اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے قرآنی تراجم پر اہل بدعت کی طرف سے اعتراضات اور
ان کے مسکت و مدلل جوابات

سُنّی علماء
کے
تراجم پر اعتراضات
کا
تحقیقی و تنقیدی جائزہ



مؤلف

مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
مدرس دار العلوم مدنیہ

ناشر: مکتبہ حنفیہ لاہور

اہل السنۃ والجماعۃ علمائے دیوبند کے قرآنی تراجم پر اہلِ بدعت کی
طرف سے اعتراضات اور اس کے مسکت و مدلّل جوابات

سنّی علماء کے تراجم

پر اعتراضات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

مؤلّف

حضرت مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی حفظہ اللہ

(مدرّس دار العلوم مدنیہ)

جمعیّۃ اہل السّنۃ والجماعۃ پاکستان

تفصیلات

کتاب کا نام : سنّی علماء کے تراجم پر اعتراضات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ
مؤلّف : مولانا ساجد خان نقشبندی صاحب حفظہ اللہ
ملٹی میڈیا اشاعت : ستمبر، ۲۰۱۹ء
صفحات : ۱۱۲
ناشر : مکتبہ حنفیہ اردو بازار، لاہور

☆☆☆☆ ملنے کے پتے ☆☆☆☆

1-مکتبہ ختمِ نبوت قصہ خوانی بازار پشاور
2-مکتبہ قاسمیہ تخت بھائی
3-مکتبہ صدّیقیہ سوات
4-مکتبہ صدّیقیہ اکوڑہ خٹک
5-مکتبہ حقّانیہ، صوابی
6-مکتبہ حنفیہ، اردو بازار لاہور
7-مکتبہ جمال قاسمی سہراب گوٹھ کراچی

فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ مؤلّف

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم!

قارئین کرام! قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا وہ ابدی پیغام ہے جس میں تاقیامت لوگوں کے لیے ہدایت ہے، اس پر عمل دنیا و آخرت میں کامیابی کی ضمانت تھی اور ہے، امّتِ مسلمہ نے جب تک اس قرآن کو فیصل کا درجہ دیے رکھا پوری دنیا پر حکمرانی کرتے رہے اور جب اسے پس پشت ڈال دیا تو دنیا میں ذلیل وخوار رہے، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ جب مالٹا کی جیل سے رہا ہوئے تو فرمایا کہ میں نے بہت غور کیا کہ آخر آج امّتِ مسلمہ کی اِس پستی کی وجہ کیا ہے؟ تو مجھے اس کی دو وجہ سمجھ آئی: (۱) ایک قرآن سے دوری۔ (۲) دوسرا آپس کے اختلاف۔ (ملخصاً اتّحادِ امّت از مفتیٔ اعظم پاکستان)

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے امّتِ مسلمہ کے افراد کو قرآن سے قریب لانے کے لیے اِس کا ایک نہایت اعلیٰ ترجمہ کیا۔ اُن کے اِس مشن پر چلتے ہوئے دیگر علمائے حق مثلاً حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے بھی نہایت عالی شان تراجم کیے، جسے دنیا بھر میں اردو خواں طبقہ نے خوب سراہا، آج بھی اہلِ حق کا کوئی گھر ایسا نہ ہوگا جہاں یہ تراجمِ قرآن موجود نہ ہوں۔

اہل بدعت کے پروفیسر مسعود ان تراجم کی مقبولیت عندالخواص والعوام کو یوں بیان کرتے ہیں:

''مولانا محمود حسن کا ترجمہ ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء میں مکمل ہوا اور ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۳ء میں منظر عام پر آگیا، مولانا ابو الکلام آزاد، مولانا ابو الاعلی مودودی اور مولانا عبد الماجد دریا آبادی کے تراجم مع تفاسیر قرآن تو بہت بعد کی چیزیں ہیں، لیکن یہ تراجم اس شان سے شائع کئے گئے کہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ سابقین اولین پر شہرت میں سبقت لے گئے''۔

(فاضل بریلوی علما حجاز کی نظر میں، ص ۲۱)

اہلِ باطل خصوصاً اہلِ بدعت یہ کب گوارا کر سکتے ہیں کہ مسلمان قرآن کو سمجھیں اور اس پر عمل کر کے خالص دین پر چل کر بدعات سے منہ موڑ لیں! لہٰذا انھوں نے پہلا کام تو یہ کیا کہ ''کنزالایمان'' کے نام سے

ایک نہایت دل آزار، گستاخانہ اور گمراہ کن ترجمہ شائع کیا، جسے پوری امّت نے ٹھکرادیا اور دوسری طرف علمائے دیوبند کے تراجم پر سوقیانہ و جاہلانہ اعتراضات کیے۔

یہ اعتراض علمائے حق کے تراجم پر کیوں کئے گئے؟ اس کی وجہ بھی بریلوی ماہر رضویات پروفیسر مسعود صاحب کے قلم سے ملاحظہ ہو:

''انسان کی فطرت ہے کہ وہ اپنے مخالف کی عزت و شہرت ایک آن پسند نہیں کرتا اس کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ مخالف کی عزت و ناموس کو جس طرح بھی ممکن ہو خاک میں ملادیا جائے''۔

(فاضل بریلوی علما حجاز کی نظر میں، ص ۱۶۹)

رہی یہ بات کہ امت نے کنز الایمان کو ٹھکرادیا یہ محض ایک الزام نہیں بلکہ اس کا اقرار خود ایک بریلوی نے یوں کیا:

''ساٹھ سال ہوتے ہیں کہ فاضل بریلوی نے ترجمہ قرآن کریم کا جیتا جاگتا اردو ترجمہ پیش کیا ضرورت تھی کہ اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جاتی مگر نہ معلوم کیوں اتنی سست رفتاری سے چلا کہ بعد والے آگے بڑھ گئے۔ تعمیر پاکستان کے بعد تو ایسے جواہر پارے برق رفتاری کے ساتھ آگے بڑھے ہیں مگر حقوق طباعت کی ہوس نے ہمارے بہت سے شہہ پاروں کو دفن کر دیا ہے ممکن ہے کہ اس کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا ہو خدا خدا کر کے چند سال ہوئے کہ یہ پوری طرح منظر عام پر آیا ایک عزیز نے اس کا مطالعہ کیا تو فرمایا ایک نیا ترجمہ شائع ہوا ہے مترجم کوئی مولوی احمد رضا خان صاحب ہیں''۔

(فاضل بریلوی علما حجاز کی نظر میں، ص ۲۱)

امّتِ مسلمہ کو کنز الایمان کی صورت میں قرآن کی اس تحریف معنوی کی سازش سے آگاہ کرنے کے لیے چند سال پہلے ''نورِ سنّت کا کنز الایمان نمبر'' شائع کیا گیا تھا، جسے بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی، اسی طرح متکلّمِ اسلام حضرت مولانا الیاس گھمّن صاحب زید مجدہٗ نے بھی اس عنوان پر ''کنز الایمان کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ'' کے نام سے قلم اٹھایا، جسے پاک و ہند میں بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی، ہندوستان، پاکستان اور جمّوں کشمیر سے یہ کتاب شائع ہو چکی ہے، جس سے آپ اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں، اس مضبوط علمی گرفت کے آگے بریلوی اہلِ علم بالکل بے بس نظر آئے، لہٰذا کئی سالوں بعد بریلوی باسی کڑے میں ابال آیا اور اپنی عوام کو مطمئن کرنے کیلئے دفاع کے نام پر چند چنڈو خانوں سے ایک کتاب لکھوائی گئی،

جسے پہلے ہندوستان اور بعد میں تحریف کے ساتھ پاکستان سے شائع کروایا گیا،کتاب کیا ہے جہالتوں کا مجموعہ ہے،شاید اسی لیے اسے شائع بھی چنڈوخانوں کے نام سے کیا گیا۔

بہر حال احباب کی خواہش پر نورِ سنت کے کنزالایمان نمبر میں دیوبندی تراجم کے دفاع میں میرا جو مضمون شائع ہوا تھا،اسے الگ سے کتابی شکل میں شائع کیا جارہا ہے اور مذکورہ مضمون پر رضاخانی چنڈو خانوں نے جو اعتراضات کیے ہیں،اُن کے جوابات بھی اِس مجموعہ میں شامل ہیں،موضوع کی مناسبت سے مناظرِ اہل السنّۃ حضرت مولانا ابوایوب قادری صاحب کا مضمون - جو کنزالایمان نمبر میں تھا اسے - بھی شامل کر دیا گیا ہے اور اس پر جو اعتراضات تھے ان کا جواب بھی دے دیا گیا ہے،جب کہ کنزالایمان نمبر میں دیگر مضامین کے جواب میں رضاخانیوں نے جو جاہلانہ گوہر افشانیاں کی ہیں اس کی تفصیل کے لیے میری کتاب "نواب احمد رضا خان فاضل بریلوی حیات ،خدمات اور کارنامے" ملاحظہ کریں،اللہ پاک سے دعا ہے کہ بندے کی اِس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرما کر بندے کے لیے اور تمام معاونین کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے اور ساتھ ہی یہ بھی دعا ہے کہ اللہ پاک میرا خاتمہ اُسی عقیدے پر کرے جس پر اہلِ حق اہل السنّۃ احناف دیوبند کے اکابر کا خاتمہ ہوا اور قیامت کے دن اُن اکابر کا قرب ورضامندی نصیب کرے،آمین۔

ساجد خان نقشبندی

خادم دارالعلوم مدنیہ

۱۷/شوال ۱۴۴۰ھ

مطابق ۱۹/جون ۲۰۱۹ء

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اعتراض نمبر ۱

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (سورۃ الضحیٰ)

اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو (شریعت سے) بے خبر پایا، سو آپ کو شریعت کا راستہ بتلا دیا، (حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

اور پایا تجھ کو بھٹکتا، پھر راہ سمجھائی، (شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ)

رضاخانی مولوی ان تراجم پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دیوبندی وہابی مترجمین نے ضَآلًّا کا ترجمہ بھٹکتا ہوا، بے خبر وغیرہ الفاظ سے کیا جو کہ صریحاً غلط ہے اور بے ادبی ہے، دیوبندی وہابی مولویوں نے یہ نہ دیکھا کہ کس کو بھٹکا ہوا اور بے خبر کہہ رہے ہیں، رسول کریم ﷺ کی ناموس و عظمت پر دھبہ لگ جائے ان ظالموں کو اس کی کیا پرواہ، کاش یہ مترجمین ترجمہ کرنے سے پہلے سابقہ تفاسیر کا بغور مطالعہ کر لیتے تو شاید ایسا نہ ہوتا جو خود بے خبر ہو بھٹکتا پھرتا ہو وہ ہادی اور راہنما کیسے ہو سکتا ہے''، (فیصلہ کیجئے، از شیر محمّد جمشیدی رضاخانی ص ۱۷-۱۸)

(۲) اس کے علاوہ مولوی عبدالرزاق بھترالوی نے (تسکین الجنان: ص ۳۷۶)

(۳) رضاء المصطفیٰ اعظمی (کنزالایمان مع خزائن العرفان: ص ۲)

(۳) ملک شیر محمّد اعوان (محاسن کنزالایمان: ص ۶۶)

(۴) مولوی کاشف اقبال رضاخانی (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۹۵)

نے بھی اِن تراجم پر کم و بیش اسی قسم کا جاہلانہ اعتراض کیا ہے۔

جواب: رضاخانی مولویوں کا ہمارے اکابر کے کیے گئے ترجمہ پر اعتراض کرنا محض جہالت، کتبِ تفسیر سے نابلد ہونے اور رضد و تعصّب کا نتیجہ ہے، چونکہ رضاخانیوں نے فیصلہ کرنے کے لیے خود ایک اصول لکھ دیا ہے:

''یہ مترجمین ترجمہ کرنے سے پہلے سابقہ تفاسیر کا مطالعہ کر لیتے تو شائد ایسا نہ ہوتا''، (فیصلہ کیجئے: ص ۱۷)

لہٰذا اب ہم اِسی کسوٹی پر اپنے اکابر کا ترجمہ پرکھتے ہیں!

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر

جمہور کے نزدیک نبی کریم ﷺ نے ایک لحظہ کے لیے بھی کفر نہیں کیا قرآن مجید میں ہے:

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى○

اور انھوں نے اس آیت کے متعدّد محامل بیان کیے ہیں:

ضآلًّا کا معنیٰ غافل حضرت ابن عباس، حسن بصری، ضحّاک اور شہر بن حوشب نے کہا کہ آپ کو احکامِ شریعت سے بے خبر پایا تو آپ کو اُن کی ہدایت دی اور اِس کی تائید اِن آیات میں ہے:

مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ (الشوریٰ: ۵۲) وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغَافِلِيْنَ (یوسف: ۳۱)، (تفسیر کبیر: ۱۱/ ۱۹۷)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

”علاماتِ نبوت اور احکامِ شریعت سے بے خبر اور اُن تمام علوم سے لاعلم جن کو جاننے کا ذریعہ سوائے نقل کے نہیں ہے، اِسی مفہوم کے مثل آیت وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغَافِلِيْنَ اور مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ، کا مفہوم ہے“، (تفسیر مظہری: ۲۱/ ۲۹۲)

امام عبد اللہ احمد النسفی رحمۃ اللہ علیہ

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا ای غیر واقف علی معالم النبوّت و احکام الشریعة وما طریقه السمع (فَهَدٰى) فعرفك الشرائع والقراٰن “، (تفسیر مدارک: ۳/ ۶۵۴-۶۵۵)

تفسیر بیضاوی شریف

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا عن علم الحکم والاحکام فَهَدٰى فعلّمك بالوحی والالهام والتوفیق للنظر۔

زاد المسیر فی علم التفسیر لابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ

فیہ ستّۃ اقوال : احدھا ضآلًّا عن معالم النبوۃ واحکام الشریعۃ فھداک الیھا قال الجمھور منھم الحسن والضحّاک۔

تفسیر خازن

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا ای عمّا انت علیھا الیوم (فَھَدٰی)ای فھداک الی توحیدہ ونبوّتہ وقیل وَوَجَدَكَ ضَآلًّا عن معالم النبوّۃ واحکام الشریعۃ فھداک الیھا۔

امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ

بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی امام صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں :

"یعنی ہمارے وحی کرنے سے پہلے اور ہمارے علم عطا کرنے سے پہلے از خود اپنی عقل سے دین کا اور شریعت کے احکام کا علم نہ تھا اور جب ہم نے آپ کی طرف وحی کی اور آپ کو علم عطا فرمایا تو آپ کو ایمان کی اور کتاب کی تفصیلات کا علم ہوا"، (تاویلاتِ اہل السنۃ: ۵ / ۴۷۷-۴۷۸، بحوالہ تبیان القرآن: ۱۲ / ۸۲۴)

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ

ضَآلًّا : عن شریعتک ای لا تعرفھا فھداک الیھا، یعنی آپ شریعت کو نہ جانتے تھے، پس اُس کی طرف ہدایت دی، (شفاء: ۲ / ۱۷، مکتبہ حقّانیہ)

شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

یعنی و دریافت ترا راہ گم کردہ پس راہ نمود ترا وبیان ایں ہدایت وضلال انست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد از رسیدن بحد بلوغ بسبب کمال اینقدر معلوم شد کہ عبادت بتاں و رسوم جاہلیت ہمہ ہیچ وپوچ است درپے تفتیش دین حق شدند و از زبان پیداں کہنہ سال شنیدند کہ اصل دین با دین حضرت ابراہیم است آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را ایں خیال درسد افتاد کہ عبادت بتاں را گذاشتہ و رسوم جاہلیت راہ ترک دادہ متوجہ بدب

ابراہیم و او عبادت کنم لیکن چوں ملت ابراہیمی کسے راہ یاد نماندہ بود و نہ در کتابی مدون بود ونہ آنحضرت ﷺ را قدرت خواندن کتاب حاصل ناچار در تلاش احکام ایں ملت بیتاب وبیقرار بودند وبقدر معلوم از تسبیحات و تہلیلات و تکبیدات واعتکاف و غسل از جنابت دارے مناسک حج و دیگر امور از ہمیں جنس اشتغال می ورزیدند تاآنکہ حق تعالی ایشاں را بوحی خود بہ اصول ملت حنیفی آگاہ ساخت"۔(تفسیر عزیزی:۲/۲۲۰)

اکابرِ دیوبند کا ترجمہ ہی جمہور کے مطابق ہے

اِن تمام جمہور مفسّرین جن میں ضحّاک رحمۃ اللہ علیہ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جیسے ائمّہ ہیں، اس آیت کا مطلب یہی بیان کیا کہ آپ ﷺ کو احکامِ شریعت کی تفصیل کا علم نہ تھا، آپ اس سے بے خبر تھے تو اللہ تعالی نے احکامِ شریعت کا علم آپ کو عطا کیا اور اس کی طرف راہنمائی کی، یہی ترجمہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، یہ کتنا کھلا ہوا تضاد ہے کہ مولوی احمد رضا خان بریلوی کا ترجمہ جو محض بعض صوفیاء سے منقول ہے، اُسے تو عشق کی معراج قرار دے دیا جائے اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ جو جمہور علماء ومفسّرین کے مطابق ہے اُس پر فتوے لگ جائیں!!

اب رضا خانی ہمّت کریں اور ان مفسرین کو بھی معاذ اللہ گستاخ کہیں!!

مفسرین نے اس آیت کی ایک تفسیر اور بھی بیان کی ہے کہ آپ اپنے دادا عبد المطلب سے گم ہو گئے تھے تو ابو جہل آپ ﷺ کو ان کے پاس لایا، جیسے فرعون سے موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کروائی گئی یا آپ ﷺ بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام مَیسرہ کے ساتھ جا رہے تھے ایک کافر نے آپ کے اونٹ کی مہار پکڑی اور آپ سے راستہ گم ہوگیا، اللہ تعالی نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو آدمی کی شکل میں بھیجا اور آپ ﷺ کو قافلے کے ساتھ ملا دیا، (تفسیر کبیر:۱۱/ ۱۹۷، تفسیرِ عزیزی: ۲/ ۲۲۱، تفسیر مدارک: ۳/ ۶۵۵، تفسیر ابن کثیر: ۸/ ۴۲۶، تفسیرِ مظہری: ۱۲/ ۲۹۲)

اگر اس تفسیر کو سامنے رکھا جائے تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ:

"اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سمجھائی"

بالکل درست بنتا ہے اور سرے سے کوئی اشکال ہی وارد نہیں ہوتا، حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی

ترجمہ کو ملحوظ رکھا، یہ کھلا ہوا تعصّب ہے کہ رضا خانی بے خبر اور بھٹکتا ہوا کو راہِ حق اور اسلام سے معاذ اللہ بے خبری پر محمول کر رہے ہیں، مولوی غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''ضالّ کا معنیٰ ہے سیدھے راستے کو ترک کرنا، خواہ یہ ترک عمداً ہو یا سہواً، کم ہو یا زیادہ، تو کسی شخص سے کوئی بھی کسی قسم کی خطا ہو جائے تو اس کے لیے ضالّ کا لفظ استعمال کرنا صحیح ہے، اس لیے لفظ ضلال کی نسبت انبیاء علیہم السلام کی طرف بھی ہوتی ہے اور شیطان کی طرف بھی ہوتی ہے، اگرچہ دونوں کے ضلال میں بہت فرق ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کے متعلّق فرمایا وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ○ (سورۃ الضحیٰ: ۷) یعنی جب آپ کو نبوت پر فائز کیا تو آپ مکمّل شریعت سے آگاہ نہ تھے''،
(المفردات: ج ۴ /ص ۳۸۸-۳۸۹، ملخصا بحوالہ تبیان القرآن: ج ۱۲ /ص ۸۲۲)

یہاں بھی نظرِ کرم ہو!

مولوی غلام رسول سعیدی امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''ضالّ کا معنیٰ ہے غافل، اِس آیت کے معنیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو انبیائے متقدّمین اور صالحین کی خبروں سے غافل پایا، بعض علماء نے کہا آپ کو گمراہ قوم میں پایا تو آپ کو ہدایت دی''۔ (تبیان القرآن: ۱۲ / ۸۲۴-۸۲۵)

تفسیر کبیر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''ضالّ کا معنیٰ ہے معرفت سے عاری ہونا، جب آپ ایّامِ طفولیت میں تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ''ضالّ'' پایا یعنی علوم و معارف سے خالی پایا''، (تبیان القرآن: ج ۱۲ /ص ۸۲۶)

آلِ رضا کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں ''بے خبر'' سے تو بڑی تکلیف ہوئی یہاں بھی:

غافل: ہدایت دی، معرفت سے عاری

کے الفاظ پر کچھ نظرِ کرم فرمائیں گے؟ اگر آپ کی طرح کوئی بے حیائی پر اتر آئے تو کہہ سکتا ہے کہ ان مفسّرین کی تفاسیر کو پڑھ کر تو لگتا ہے:

''نبی کریم ﷺ حق سے بے خبر ہدایت و معرفت سے عاری تھے''

العیاذ باللہ نقلِ کفر کفر نہ باشد!!

مولانا احمد رضا خان صاحب کے ترجمہ پر ایک نظر

اہلِ بدعت کو بڑا ناز ہے کہ ہمارے اعلیٰ حضرت نے اس آیت کا ترجمہ:

''اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی''

کرکے گویا کمال کردیا، اِس ترجمہ پر کوئی تبصرہ کرنے سے پہلے ایک رضاخانی اصول ملاحظہ فرمائیں:

(۱) پیر کرم شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ:

''ہر ایسے لفظ کا استعمال بارگاہِ رسالت میں ممنوع ہے، جس میں تنقیص اور بے ادبی کا احتمال ہو''۔(ضیاء القرآن: ج۱/ص۸۳)

(۲) مفتی احمد یار صاحب نعیمی لکھتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کی شان میں ایسے الفاظ بولنا حرام ہیں، جن میں بے ادبی کا ادنیٰ شائبہ بھی ہو''۔(تفسیرِ نعیمی: ج۱/ص۵۳۷)

(۳) پیر ابوالحسنات قادری لکھتے ہیں کہ:

''جس کلمہ میں ان کی شان میں ترکِ ادب کا وہم بھی ہو وہ زبان پر لانا ممنوع ہے''۔(تفسیر الحسنات: ج۱/ص۲۴۵)

(۴) بریلوی صدر الافاضل مولوی نعیم الدین مرادآبادی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''جس کلمہ میں ترک ادب کا شائبہ بھی ہو وہ زبان پر لانا ممنوع ہے''، (خزائن العرفان: ص۲۹، مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

(۶) مولوی حسن علی رضوی میلسی لکھتا ہے کہ:

''جن الفاظ کا ایک معنیٰ صحیح اور ایک معنیٰ غلط اور بے ادبی وگستاخی پر مبنی ہو، ایسا ذو معنیٰ لفظ بھی سخت ممنوع ہے، للکفرین میں واضح اشارہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی شانِ ارفع میں ادنیٰ بے ادبی بھی کفرِ قطعی ہے''، (محاسبہٗ دیوبندیت: ج۲/ص۳۷۵)

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ اہلِ بدعت کے نزدیک اگرچہ لفظ بظاہر صحیح ہو، مگر اس کا دوسرا معنیٰ گستاخی بے ادبی پر مشتمل ہو یا اس کا شائبہ تک ہو تو ایسا لفظ انبیاء علیہم السلام کی شان میں استعمال کرنا گستاخی ہے

اور گستاخی کرنا کفرِ قطعی ہے، اب مولوی احمد رضا خان بریلوی نے اللہ کے پیارے رسول اللہ ﷺ کے لیے ترجمہ کیا:

''اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی''

دوسری طرف زلیخا کے لیے بھی یہی الفاظ استعمال کیے:

اِنَّا لَنَرٰاهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ○ (یوسف:۳۰) یعنی ہم تو اسے صریح خود رفتہ پاتے ہیں۔

اب دیکھئے! زلیخا کا خود رفتہ ہونا کسی طور پر بھی اچھی نیت سے نہ تھا، اُس کی محبّت تو شہوت اور غلط مقصد کے لیے تھی، اب یہی لفظ جو انتہائی غلط معنیٰ رکھتے ہیں نبی علیہ السلام کی محبت اور تڑپ کے لیے بھی استعمال کیا اور ایسی محبّت اور تڑپ کے لیے بھی استعمال کیا جو جائز نہیں ہے تو بتائیں کہ ایسا ذو معنیٰ لفظ استعمال کرنا عشق و محبّت ہے یا کھلا ہوا کفر؟؟

رضا خانیوں کو ''بے خبر'' اور ''بھٹکتا'' پر تو بڑا غصّہ آیا، مگر کیا انھوں نے ''خود رفتہ'' کے معنیٰ بھی لغت میں دیکھے ہیں؟؟ اگر نہیں تو ملاحظہ ہو:

''خود رفتہ: بے خبر، بے خود، جسے اپنے آپ کی خبر نہ ہو''، (فیروز اللغات: ص ۵۹۹)

لیجئے خود رفتہ کے معنیٰ بھی ''بے خبر'' ہی ہیں، اگر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے معاذ اللہ کفر کر دیا تو مولوی احمد رضا خان بریلوی بھی بچ کر نہیں جا سکتے۔ اسی طرح ایک آیت کا ترجمہ کرتے ہیں:

قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِيْ، (سورۃ السبا:۵۰) تم فرماؤ اگر میں بہکا تو اپنے ہی بُرے کو بہکا!!

جواب دو! یہاں تو ''خود رفتہ'' ترجمہ کرنے کا خیال نہیں آیا، بلکہ صاف طور پر دو مرتبہ نبی کریم ﷺ کو ''بہکا ہوا'' کہا اب ذرا اس کا معنیٰ بھی اپنی محبوب لغت میں ملاحظہ فرمالیں:

بہک جانا: (محاورہ) گمراہ ہو جانا، غلطی کرنا، بدمست ہو جانا، دھوکا کھانا''، (فیروز اللغات: ص ۲۲۷)

رضا خانیو! ؎

ان بزرگوں کو بُرا کہنے سے کیا پھل پاؤ گے
دیکھ لو گے تم بھی اس کی کیا سزا کل پاؤ گے

گھر کی گواہی:

حافظ نذر احمد صاحب بریلوی اس آیت کا لفظی ترجمہ کرتا ہے:

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا	اور آپ کو پایا
ضَآلًّا	بے خبر
فَهَدٰى	تو ہدایت دی

(آسان ترجمہ قرآن:۱۲۶۹)

اس ترجمہ کی تائید مفتی محمد حسین نعیمی بریلوی مہتمم جامعہ نعیمیہ لاہور اور مولوی سرفراز نعیمی جیسے آپ کے جیّد اکابر نے کی ہے۔

مولوی احمد رضا خان بریلوی کے والد مولوی نقی علی خان صاحب اسی آیت کا ترجمہ کرتے ہیں:

''اور پایا تجھے راہ بھولا پھر تجھے راہ بتائی''(الکلام الاوضح:۶۷)

مظہر اعلیٰ حضرت حشمت علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

''اور پایا تجھے راہ بھٹکا ہوا پس ہدایت فرمائی''(۱۵ تقریریں:۴۰ ۳،نوری کتب خانہ لاہور)

لو جی! حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ آپ کے گھر سے بھی برآمد ہو گیا، اب اپنی کفر ساز مشین گن سے دو تین تکفیری گولے اپنے اِن اکابر کی قبروں پر بھی برساؤ ؎

ابھی ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا

سابقہ اکابر کے تراجم

دریافت ترا راہ گم کردہ یعنی شریعت نمی دانستی پس راہ نمود (شاہ ولی اللہؒ)

یعنی و دریافت ترا راہ گم کردہ پس راہ نمود ترا، (تفسیر عزیزی: ج ۲/ص ۲۲۰،شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ)

"بھٹکتا" پر تو بڑا اعتراض ہے یہاں ''راہ گم کردہ'' پر کیا فتویٰ ہے؟؟

اور پایا تجھ کو "راہ بھولا ہوا" پس راہ دکھائی (شاہ رفیع الدین دہلویؒ)

اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ دی (شاہ عبدالقادر دہلویؒ)

شاہ عبدالقادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ سامنے رکھو!

مولوی احمد رضا خان بریلوی کا بریلویوں کو حکم

شاہ صاحب کے اِسی ترجمے جس کو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے برقرار رکھا کہ متعلّق آلِ رضا کے پیشوا مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں کہ:

''فقیر کی رائے قاصر یہ ہے کہ مولانا شاہ عبد القادر صاحب کا ترجمہ پیشِ نظر رکھا جائے''۔ (فتاوی رضویہ: ج ۱۲/ص ۴۴ ۳ سنّی دارالاشاعت فیصل آباد، جدید فتاویٰ رضویہ: ۲۶/۴۵۷)

مگر خان صاحب کی ناخَلف اولاد آج اسی ترجمہ کو گستاخانہ کہہ رہی ہے۔

اعتراض نمبر ۲

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ (سورۃ البلد: آیت نمبر ۱)

میں قسم کھاتا ہوں اِس شہر مکّہ کی، (حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ)

قسم کھاتا ہوں اِس شہر کی، (شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ)

اس ترجمہ پر جاہل معترض تبصرہ کرتے ہیں کہ:

"اللہ تبارک وتعالیٰ کھانے پینے سے پاک اور بے نیاز ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف قسم کھانے کی نسبت کرنا اور ایسا ترجمہ کرنا سخت بے ادبی اور جہالت ہے"۔ (فیصلہ کیجیے: ۵۲، مکتبہ غوثیہ کراچی اور انوارِ رضا: ۳۸)

جواب: قارئین کرام! ملاحظہ ہو یہ ہے اُن پڑھے لکھے جہلاء کی علمی حالت، ہر وقت کھانے کی فکر رکھنے والوں کو اگر کوئی غریب یہ کہہ دے کہ میں "قسم کھاتا ہوں کہ بریلوی گمراہ ہیں" تو ان جیسے جاہل رضا خانی فوراً سر پکڑ کے بیٹھ جائیں گے کہ یہ ''قسم'' کون سی ''ڈش'' ہے جسے آپ ''تناول'' فرما رہے ہیں؟ ہمیں تو آج تک کسی نیاز یا چالیسویں میں اس کی پیش کش نہیں ہوئی، جیسے کسی بھوکے رضا خانی مولوی سے پوچھو کہ دو اور دو کتنے؟ تو جواب دے ''چار روٹیاں''، یہی حال یہاں ہے کہ قسم کھاتا ہوں تو مطلب یہ ہے کہ قسم کوئی کھانے پینے کی چیز ہے جسے کھایا جاتا ہے اور اس کھانے کی نسبت چونکہ دیوبندیوں نے اللہ کی طرف کر دی، لہٰذا یہ کافر ہو گئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو کھانے پینے سے پاک ہے، تف ہے تمہاری عقلوں پر!!

ان رضاخانیوں کو اگر پیٹ بھرنے سے فرصت ملے تو ایک نظر اپنی محبوب لغت میں بھی دیکھ لیں کہ وہاں لکھا ہوا ہے کہ:

"قسم کھانا (محاورہ) عہد کرنا، قول دینا، حلف اٹھانا......الخ"، (فیروز اللغات:۹۵۵)

کھانے کے دشمنو! قسم کھانا اردو کا محاورہ ہے، جس کا معنیٰ حلف اٹھانا ہے نہ کہ "حلف کو گیارہویں کی جلیبیاں سمجھ کر اسے کھانا"، شکر ہے کہ ان رضاخانیوں نے "قسم توڑنا" محاورہ نہیں سنا، ورنہ اس پر بھی واویلا کرتے کہ یہ قسم کوئی "تیجے" کے "چاولوں" میں مارے جانے والا "چمچ" ہے، جسے توڑا جارہا ہے، نیز یہ "کھانے کے دشمن" "ہوا کھانا"، "غصّہ پی جانا" کے متعلّق کیا ارشاد فرمائیں گے؟ اسی پر ایک لطیفہ یاد آیا ایک بریلوی صاحبزادے سے کسی نے پوچھا کہ اعلیٰ حضرت! رمضان شریف آگیا ہے، اس میں "جھوٹی قسم کھانے" کا کیا ہوگا؟ صاحبزادہ نے فرمایا کہ کچھ بھی نہ ہوگا، بے کھٹکے قسم کھالو، کیونکہ قسم خواہ جھوٹی ہو یا سچّی اس کے "کھانے" سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

اپنے گھر کی خبر لو:

بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی صاحب اس آیت کا ترجمہ کرتے ہیں:

لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ○ میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں، (تبیان القرآن: ج ۱۲/ ۷۴۶)

اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ: "اس شہر کی قسم نہیں کھاتا......اس شہر کی قسم کھاتا ہوں......اس شہر کی اس وقت قسم نہیں کھاتا......اور جب اللہ تعالی اس شہر کی قسم کھا چکا تو پھر اس شہر کے قسم کھانے کی......الخ، (تبیان القرآن: ج ۱۲/ ۷۴۷)

لیجیئے! مولوی غلام رسول سعیدی صاحب نے پانچ (۵) مرتبہ "قسم کھانے" کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی، آپ تو نسبت کو رو رہے ہیں سعیدی صاحب تو فرما رہے ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ......قسم کھا چکا......"

کوئی ہے جو مولوی غلام رسول سعیدی صاحب کا گریبان پکڑے؟ اور لگے ہاتھ سعیدی صاحب کا مقام و مرتبہ اپنے مفتی اعظم پاکستان مفتی منیب الرحمان صاحب کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

"ہم پیش آمدہ دینی مسائل کے حل کے لیے شیخ الحدیث علّامہ غلام رسول سعیدی مدّظلہم کی تفسیر تبیان القرآن اور شرح صحیح مسلم سے بھی استفادہ کرتے ہیں اور براہِ راست بھی اُن سے رہنمائی حاصل

کرتے ہیں، اُن کا وجود اہلسنّت و جماعت کے لیے ایک نعمت غیر مترقّبہ ہے انہوں نے تحریری میدان میں جو علمی شاہکار تخلیق کیے ہیں، مجھے امید ہے وہ آئندہ صدیوں بلکہ ہزاریوں تک مطلع علم پر آفتاب نصف النہار کی طرح ضوفگن رہیں گے۔" (تفہیم المسائل: ۳/ ۱۶)

پیر کرم شاہ ازہری صاحب اس آیت کا ترجمہ لکھتے ہیں:

میں قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکّہ) کی......اور قسم کھاتا ہوں باپ کی اور اولاد کی، (تفسیر ضیاء القرآن: ۵ / ۵۶۵، مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور ۱۴۰۰ھ)۔

مولانا نور بخش توکّلی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی رسالت پر قسم کھائی"۔ (سیرت رسولِ عربی: ۵۱۳ ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

اسی آیت کا ترجمہ کرتے ہیں: "میں کھاتا ہوں اس شہر کی قسم"، (سیرت رسولِ عربی: ۵۱۳)

یہ "سیرت رسولِ عربی" اور "نور بخش توکّلی" کون ہیں، ملاحظہ ہو:

"فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

"یہ مولانا توکّلی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ تصنیف ہے جس پر انھیں حضور سرور دوعالم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی، فلہٰذا گویا یہ کتاب رسول اللہ ﷺ کی منظور شدہ ہے"، (نہایت الکمال: ۴)

آئینہ اہلسنّت کے مؤلّف کی یہ عبارت بھی پڑھ لیں:

"مولانا الحاج عبد الحمید لدھیانوی نے خواب میں آپ کی وفات کے بعد آپ کو ایک باغ میں سنہری تخت پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو دریافت کیا، اس اعزاز کی کیا وجہ ہے؟ مولانا توکّلی صاحب نے جواب دیا، میرے اللہ کو میری یہ کتاب سیرت رسول عربی پسند آ گئی اور مجھے یہ انعام ملا"، (میٹھی میٹھی سنّتیں اور دعوتِ اسلامی: ۳۸)

اب جو ترجمہ اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کو پسند ہو یہ بد بخت کہتے ہیں کہ وہ کفر ہے! تو بتاؤ یہ فتویٰ کس کس پر جا کر لگا؟ کفر و گستاخی تمہارے سیاہ دلوں میں ہے، ترجمہ میں نہیں۔

داغ دہلوی سے معذرت کے ساتھ

پڑا کبھی دل جلوں کو فلک سے کام نہیں
جلا کر خاک نہ کردوں تو دیوبندی نام نہیں

سابقہ اکابر کا ترجمہ

قسم می خورم بایں شہر، (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ۝ یعنی سوگند میخورم بایں شہر، (تفسیر عزیزی: ۲/۱۷۶)

قسم کھاتا ہوں اس شہر کی، (شاہ رفیع الدین دہلویؒ)

اعتراض نمبر ۳

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝۱ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔

بے شک ہم نے آپ ﷺ کو ایک کھلم کھلاّ فتح دی، تاکہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے سبب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے، (حکیم الامّت رحمۃ اللہ علیہ)

ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ، تاکہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے، (شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ)

ان تراجم پر رضاخانیوں کو اعتراض ہے کہ:

’’مسلمانو! غور فرمایئے، دیوبندیوں اور نجدی وہابی مولویوں کے تراجم سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسولِ کریم ﷺ پہلے بھی گناہ گار تھے اور آئندہ بھی گناہوں کی امید تھی، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ایک سند دینا پڑی کہ ہم نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے، معاذ اللہ‘‘، (فیصلہ کیجئے: ۱۹)

اسی طرح حشمت علی کے بھائی مولوی محبوب علی خان نے ان تراجم پر کفر کا فتویٰ لگایا، (النجوم الشھابیہ: ۵۸) اس پر چوپن (۵۴) رضاخانی اکابر کی تصدیقات ہیں۔

حنیف قریشی صاحب کہتے ہیں کہ ان تراجم کے ہوتے ہوئے ہم عیسائیوں کے سامنے نبی کریم ﷺ کا دفاع نہیں کر سکتے، (ملخصاً گستاخ کون؟: ۱۹۶)

شیر محمد اعوان رضاخانی آف کالاباغ لکھتے ہیں:

’’حضور سرورِ کائنات ﷺ کو معاذ اللہ خطا کار اور قصوروار بناڈالا......ایک عام مسلمان یا ایک غیر مسلم کیا تاثّر لے سکتا ہے، یہی کہ معاذ اللہ حضور ﷺ کا دامن بھی خطاؤں سے پاک نہ تھا، کیا یہ تراجم دشمنانِ اسلام کے ہاتھ

میں اسلام اور اہلِ اسلام کے خلاف ایک مضبوط ہتھیار تھما دینے کے موجب نہیں ہوں گے؟ کیاان تراجم سے عصمتِ انبیاء علیہم السّلام کا مسلّمہ عقیدہ مجروح نہیں ہوتا؟" (محاسن کنزالایمان:۵۶-۵۷)

جواب: علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی اقوال نقل کئے ہیں چند ملاحظہ ہو:

واختلف اهل التاويل فى معنى ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك و ماتاخّر فقيل (ماتقدّم من ذنبك) قبل الرسالة (وماتاخّر)بعدها قاله مجاهد و نحوه قال الطبرى وسفيان الثورى قال الطبرى: هو راجع الى قوله تعالى (اذا جاء نصر الله والفتح الى قوله توّابا)ليغفر لك الله ما تقدّم من ذنبك وماتاخر قبل الرسالة (وماتاخّر) الى وقت نزول هذه الآية و قال سفيان الثورى (ليغفر لك الله ما تقدّم من ذنبك) ما عملته فى الجاهلية قبل ان يوحى اليک (وماتاخّر)كلّ شىء لم تعلمه۔و قاله الواحدى قد مضى الكلام فى جريان الصغائر على الانبياء فى سورة البقره فهذا قول و قيل ما تقدّم من ذنبك قبل الفتح وما تاخّر بعد الفتح ۔۔ و قال عطا الخراسانى من ذنبک ابو ک آدم وحواء . . .الخ، (الجامع لاحکام القرآن:۱۶ / ۲۶۲)

خلاصۂ کلام: سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں جو ذنب ہوگیا اور وما تاخر سے مراد ہر وہ ذنب جسے آپ نہیں جانتے اس کی مغفرت کی نوید ہے اور علّامہ واحدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انبیاء سے صغائر کے صدور کے جواز پر بحث گذر چکی ہے،اس آیت سے مراد فتح سے پہلے کے ذنوب اور وما تاخر سے مراد فتح کے بعد کے ذنوب،عطاء خراسانی فرماتے ہیں ما تقدّم من ذنبک سے مراد حضرت آدم وحواء کا ذنب ہے۔

اسی طرح علّامہ محی السنۃ علاء الدّین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی اس آیت کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں:

ليغفر لك الله ما تقدّم من ذنبك و ما تاخّر قيل اللام فى قوله تعالىٰ ليغفرلک لام كى والمعنى فتحالك فتحا مبينا لكى يجتمع لک مع المغفرة تمام النعمة بالفتح و قيل لما كان هذا الفتح سببا لدخول مكّة والطواف بالبيت كان ذالک سببا للمغفرة ومعنى الاٰية ليغفرلك الله جميع ما فرط منک ما تقدّم من ذنبك يعنى قبل النّبوة وما تاخّر يعنى بعدها ، (تفسیر خازن:۶ / ۱۵۷)

خلاصۂ کلام: اس قول میں لام لامِ کَیۡ ہے اور اس کا معنیٰ ہے کہ ہم نے تیرے واسطے ایک واضح فتح دی، تا کہ آپ کے لیے فتح کو مغفرت کے ساتھ جمع کر کے نعمت کو پورا کر دیا جائے اور بعض نے فرمایا کہ یہ فتح سبب ہے مکّہ میں داخل ہونے اور بیت اللہ کا طواف کرنے کا تو اصل یہی سبب مغفرت ہے تو اس صورت میں آیت کا معنیٰ یوں ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے نبوت ملنے سے پہلے اور نبوت کے بعد آپ کی تمام کوتاہیاں معاف کر دی ہیں۔

معلوم ہوا کہ یہاں لام سبب کے لیے نہیں جیسا کہ مولوی احمد رضا خان بریلوی نے سمجھا، بلکہ لامِ کَیۡ ہے۔

علّامہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں:

ما تقدّم من ذنبك ممّا كان منك قبل النّبوة وما تأخّر يعنى كلّ شىء لم تعلمه ويذكر مثل هذا على طريق التاكيد كما تقول اعط من تراه و من لم تراه واضرب من لقيت ومن لم تلقه فيكون المعنى ما وقع لک من ذنب وما لم يقع فهو مغفور لک، (تفسیر خازن: ۶/ ۱۵۷)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

''وہ تمام فروگذاشتیں جو رسالت سے پہلے جاہلیت کے زمانے میں آپ سے ہو گئی ہوں اور وہ تمام زُلّات (لغزشیں) جو رسالت کے بعد یعنی اس سورت کے نزول کے بعد آپ سے ہو جائیں اور ان پر عتاب ہو سکتا ہو، اس سے لازم نہیں آتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی معصیت کا ارتکاب کیا ہو، صلحاء کی نیکیاں بھی اہلِ قرب کے لیے لغزشیں ہوتی ہیں...... عطاء خراسانی نے کہا کہ ما تقدّم سے مراد آدم و حواء کی غلطیاں ہیں''، (تفسیر مظہری: ۱۰/ ۳۳۸)

اسی طرح ایک حدیث ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے لیے خوشخبری ہو آپ کے رب نے تو بیان فرما دیا کہ آپ کے ساتھ آخرت کا کیا معاملہ ہو گا، مگر ہمارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟ آخرت میں تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی، لِيُدۡخِلَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا وَيُكَفِّرَ عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ‌ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنۡدَ اللّٰهِ فَوۡزًا عَظِيۡمًا۔

(بخاری رقم الحدیث: ۴۱۴۸، مسلم رقم الحدیث: ۱۷۸۶، مسند امام احمد بن حنبل: ۳/ ۱۹۷)

معلوم ہوا کہ صحابہ بھی اس آیت میں ''ذنب'' کی اضافت نبی کریم ﷺ ہی کی طرف مانتے تھے نہ کہ اپنی طرف، ورنہ ان کو یہ سوال پوچھنے کی نوبت نہ آتی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''انہی خصائص میں سے ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنی کتاب مجید میں چونکہ انبیاء علیہم السلام کے توبہ وغفران اوران سے واقع شدہ زلّۃ وخطاء کا ذکر فرمایا ہے تو نبی کریم ﷺ کی شانِ اقدس میں فرمایا اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا ۙ‏ ﴿۱﴾ لِّيَـغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ. فتح کو مقدم رکھا اس کے بعد غفران ذنوبِ گذشتہ وآئندہ کا ذکر فرمایا، (مدارج النبوۃ: ۱/ ۲۶۴، مترجم مفتی معین الدّین نعیمی بریلوی)

ان تمام مفسرین وعلماء نے آیت میں ''ذنب'' کی اضافت نبی کریم ﷺ ہی کی طرف رکھی اور پھر اپنے ذوق کے مطابق اس کی مختلف توجیہات بیان کی کسی نے خلافِ اولیٰ کسی نے صغائر کسی نے خطائیں اور کسی نے کچھ۔

اگر رضاخانیوں کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں ''خطائیں'' پر غصّہ ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلّق مولوی احمد رضا خان صاحب کے اس ترجمہ پر بھی نظر کرم کریں:

وَالَّذِىۡۤ اَطۡمَعُ اَنۡ يَّغۡفِرَ لِىۡ خَطِيۡٓــئَتِىۡ، (سورۃ الشعرآء: آیت نمبر ۸۲)

اور جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری ''خطائیں'' قیامت کے دن بخشے گا، (کنزالایمان)

اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو بھی ملاحظہ فرمالیں:

''والانبیاء علیھم السلام کلّھم منزّھون عن الصغائر والکبائر و قد کانت منھم زلّات و خطیئات، (شرح فقہ اکبر: ۵۷)، یعنی انبیاء کرام علیہم السلام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے منزّہ اور پاک ہوتے ہیں، ہاں البتہ کبھی کبھار زُلّات وخطیئات کا صدور ہوتا ہے۔

اور اگر شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں ''گناہ'' پر اعتراض ہے تو اپنے استاذ المناظرین کی اس عبارت کو بھی سامنے رکھیں:

''ترکِ اولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، حالانکہ ترکِ اولیٰ ہرگز گناہ نہیں''، (فیصلہ مغفرت ذنب: ۴۸)

مزید تفصیل ان شاء اللہ آگے رضاخانی حوالہ جات میں آرہی ہے۔

فاضل بریلوی کے ترجمہ پر ایک نظر

خان صاحب نے اس آیت میں عطاء خراسانی مرحوم کی توجیہ کو اختیار کیا ہے، جسے رضا خانیوں نے بنیاد بنا کر ان کے ترجمہ کو گویا اردو کا قرآن معاذ اللہ کہہ دیا اور اس بنیاد پر ان سارے اکابر کی بے دھڑک تکفیر کر رہے ہیں، لیکن اوّل بات یہ ہے کہ اسی عطاء خراسانی نے ذنب اور گناہ کی نسبت حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی طرف کی ہے، جیسا کہ ماقبل میں تفسیری حوالوں میں گذرا، اگر عطاء خراسانی ذنب کی نسبت امّت کی طرف کرنے پر عاشقانِ رسول ﷺ کے سردار ہیں اور باقی تمام مترجمین ایک نمبر کے گستاخ (معاذ اللہ) تو اسی اصول کے تحت ایک نبی اور ان کی زوجہ محترمہ کی طرف گناہ کی نسبت کرنے پر یہ گستاخ کیوں نہیں؟ اگر ایک توجیہ قبول ہے تو دوسری توجیہ بھی مانو، نیز عطاء خراسانی کی اس توجیہ کا ردّ علاّمہ سیوطی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب القول المحرّر میں ان الفاظ کے ساتھ کی:

”لا ینسب ذنب الغیر الی غیر صدر منہ بکاف الخطاب (یعنی کسی کا گناہ دوسرے شخص کی طرف کاف خطاب کے ساتھ منسوب نہیں ہوسکتا جس سے کہ وہ گناہ سرزد نہ ہوا ہو) فلان ذنوب الامّت لم تغفر کلّھا بل منھم من یغفر لہ و منھم لا یغفر لہ (نیز یہ توجیہ اس لیے بھی درست نہیں کہ امت کے تمام تر گناہ نہیں بخشے گئے بلکہ بعض کے لیے بخشش ہوگی اور بعض کے لیے نہیں ہوگی)، (جواہر البحار: ۴/ ۲۱۳، بحوالہ فیصلہ مغفرت ذنب)

اب جواب دو کیا علاّمہ رحمۃ اللہ علیہ سیوطی وہابی دیوبندی نجدی گستاخ تھے، جو عشق و رسالت اور عصمتِ انبیاء کے عین مطابق ترجمہ کو ردّ کر رہے ہیں، معاذ اللہ؟ یہ کہاں کا انصاف ہے ایک کے ساتھ جمہور امّت ہو وہ تو غلط، اور دوسرے کے ساتھ عطاء خراسانی ہو وہ بھی مرجوح قول کے ساتھ مگر وہ عاشق رسول اور جو اس کی توجیہ کو نہ مانے وہ دنیا کا سب سے بڑا گستاخ، فیاللعجب !!

علمائے دیوبند عصمتِ انبیاء علیہم السّلام کے قائل ہیں

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی ملاحظہ ہو:

سوال: رسول ﷺ کے معصوم ہونے کے متعلق کوئی آیت خیال شریف میں ہو تو اطلاع فرمادیں

میں نے شرح العقائد و نشر الطیب میں تلاش کی لیکن کوئی آیت صاف اس مضمون کی نہیں مل رہی، البتہ نشر الطیب میں ایک حدیث ملی اگر مادّہ عصمت کے ساتھ کوئی آیت ملے تو بہت ہی بہتر ہوگا۔

الجواب: مادّہ عصمت کا وارد ہونا ضروری نہیں، اس کے مفہوم کا ثبوت کافی ہے، آیات متعدد لوگوں نے ذکر کی ہیں، لیکن میرے نزدیک دعائے ابراہیمی قال و من ذرّیّتی کے (جو وعدہ انّی جاعلك للناس اماما پر معروض ہے) جواب میں جو قال لا ینال عهد الظالمین ارشاد ہوا ہے کافی حجّت ہے، کیونکہ امامت سے مراد نبوت ہے کما ھو ظاھرٌ اور اس کا نیل (یعنی ملنا) ظالم کیلئے ممتنع شرعی قرار دیا ہے اور ظلم عام ہے ہر معصیت کو پس اس سے جمیع معاصی سے عصمت ثابت ہوئی اور جو بعض قصص وارد ہیں وہ مؤوّل ہیں ضرورت معصیت کے ساتھ اور حقیقت معصیت کی منفی ہے، فقط۔ (امداد الفتاویٰ: ۵/۴۰۷)

اپنے گھر کی بھی خبر لیں

ان اللہ والوں پر تو آپ نے کفر و گستاخی کے خوب تکفیری گولے برسائے ہیں، مگر اب آپ کے عشقِ رسالت کا امتحان بھی ہونے والا ہے، مولوی احمد رضا خان کے حاشیہ کے ساتھ شائع ہونے والی اس کے والد مولوی نقی علی خان کی کتاب میں ہے:

"خود قرآن عظیم میں ارشاد ہوتا ہے: وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ، یعنی مغفرت مانگ اپنے گناہوں کی اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے"۔ (فضائل دعا: ۶۹ مکتبۃ المدینہ)

ہے کوئی رضا خانی، سچّا عاشق رسول جو مولوی احمد رضا خان صاحب اور ان کے والد مولوی نقی علی خان صاحب پر کفر کا فتویٰ لگائے؟ مگر صبر کریں مزید حوالے بھی ملاحظہ فرمالیں، مولوی نقی علی خان صاحب مزید لکھتے ہیں:

"تا کہ معاف کرے اللہ تیرے اگلے پچھلے گناہ"۔ (انوارِ جمالِ مصطفیٰ: ۱۷، شبیر برادرز)

یہی مولوی نقی علی خان صاحب ایک حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں آپ نے اس قدر عبادت کی کہ پائے مبارک سوج گئے، لوگوں نے کہا آپ تکلیف اس قدر کیوں اٹھاتے ہیں کہ خدا نے آپ کی اگلی پچھلی خطا معاف کی فرمایا افلا اکون عبدا

شکورا ''،(سرورالقلوب:۲۳۶،شبیر برادرز)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ پر اعتراض کرنے والو! کہ نبی کریم ﷺ کو خطا کار کہہ دیا، نبی کی شان میں گستاخی کردی، اسلام مٹادیا یہاں بھی واویلا کرو، ہم کئی بار مجلّہ نورِ سنّت میں اور دوسری محفلوں میں بھی ببانگِ دہل کہہ چکا ہوں کہ اکابر دیوبند کی سب سے بڑی کرامت یہی ہے کہ جو بھی الزام اُن پر اہلِ بدعت نے لگایا اس کی صفائی اُن ہی بدعتیوں کے گھر سے نکل آئی، آج اکابر علمائے دیوبند کی ایک اور کرامت اور حقّانیت کا ظہور اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائیں

ہوا مدّعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہِ کنعاں کا

مظہرِ اعلیٰ حضرت حشمت علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ اکثر راتیں قیام فرماتے، نماز میں کھڑے رہتے، حتّی تورّمت قدماہ یہاں تک کہ پائے مبارک ورم فرما گئے، پس صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اتنی تکلیف اتنی مشقّت حضور کس واسطے فرماتے ہیں، آپ کے ربّ عزّوجلّ نے تو آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرمادئے، قد غفر لک ما تقدّم من ذنبک و ما تاخّر پس آپ نے فرمایا، افلا اکون عبدا شکورا ''،(۱۵ تقریریں:۱۷۰)

نبی ﷺ کی طرف گناہ کی نسبت کر کے حشمت علی صاحب اپنے ہی بھائی مولوی محبوب علی خان رضوی کے فتوائے کفر تلے دب گئے ہیں،(النجوم الشھابیہ کا حوالہ گذر چکا ہے)

مزید لکھتے ہیں:

''آپ معصوم ہیں، اللہ نے آپ کے سب اگلے پچھلے گناہ پہلے ہی عفو فرمادیے، لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ''،(۱۵ تقریریں:۲۴۶)

بریلوی اشرف العلماء مناظرہ جھنگ کے شکست خوردہ مولوی اشرف سیالوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بشارت دی ہے، لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ۔ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ، اے محبوب اللہ تعالیٰ نے وہ تمام امور جنہیں تم مرتبۂ قرب اور منصب محبوبیت کے لحاظ سے گناہ سمجھتے ہو وہ تم سے صادر ہوئے یا ابھی سرزد نہیں

ہوئے وہ سب بخش دیے"۔(کوثر الخیرات: ۲۲۵،اہل السنۃ پبلی کیشنز جہلم)

یہ کون مولوی اشرف سیالوی ہیں ؟ وہی مولوی اشرف سیالوی جنھیں مفتی حنیف قریشی رضاخانی کے چیلوں نے ان کے مناظرے کی روئیداد گستاخ کون ؟ میں استاذ المناظرین لکھا اور وہی مولوی اشرف سیالوی جن کے بارے میں بدعتیوں کے مفتی اعظم منیب الرحمان صاحب یہ لکھتے ہیں کہ:

''مصنّفاتِ علّامہ سعیدی،شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کو ہمارے عہد کے دوممتاز اکابر علماء اہلسنّت علّامہ عبدالحکیم شرف قادری اور علّامہ محمّد اشرف سیالوی مدّ اللہ ظلہما نے مسلک اہلسنّت و جماعت کیلئے مستند ومتفق علیہما قرار دیا ہے،یہ امر ملحوظ رہے کہ یہ دونوں اکابر ہمارے مسلک کیلئے حجت و استناد کی حیثیت رکھتے ہیں''۔(تفہیم المسائل: ۳/ ۱۷،ضیاء القرآن پبلی کیشنز طبع دوّم ۲۰۰۹)

معلوم ہوا کہ نہ صرف مولوی اشرف سیالوی بلکہ تبیان القرآن وشرح مسلم بھی رضاخانی مسلک میں حجت واستناد کا درجہ رکھتی ہیں۔

اب کہاں ہے عشق رسالت ﷺ کی آڑ میں دنیا بھر کے توحید کے متوالوں کو گستاخ اور کافر کہنے والے؟ لگاؤ اپنے اِن اکابر پر کفر کے فتوے،تاکہ سب کو پتہ چلے کہ یہ عشق صرف دکھاوے کا نہیں،مبنی بر حقیقت ہے

بنتے ہو وفادار تو وفا کر کے دکھاؤ
کہنے کی وفا اور ہے کرنے کی وفا اور ہے

رضاخانیو! قوم کو دھوکا مت دو

رضاخانی لوگوں کو دھوکا دینے کیلئے یہ جھوٹ بولتے ہیں کہ دیکھو یہ دیوبندی وہابی تو انبیاء علیہم السلام کو گناہ گار مانتے ہیں معاذ اللہ،حالانکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ ان سے صغائر وکبائر کا صدور ممکن نہیں ہے،یہ جھوٹ بولتے ہیں،ملاحظہ ہو ان کا اصل عقیدہ جو ان کے حکیم الامت مولوی احمد یار گجراتی صاحب کا لکھا ہوا ہے:

''انبیاء کرام ارادۃً گناہ کبیرہ کرنے سے ہمیشہ معصوم ہیں کہ جان بوجھ کر نہ تو نبوت سے پہلے گناہ کبیرہ کرسکتے ہیں اور نہ اس کے بعد ہاں نسیاناً خطاءً صادر ہوسکتے ہیں''۔(جاء الحق: ۴۳۴)

دیکھیے! ان کے ہاں تو معاذ اللہ انبیاء سے نسیانا اور خطاء گناہ کبیرہ بھی صادر ہوسکتے ہیں۔دوسروں کے اکابر کی پگڑیاں اچھالنے والے یہ نہ بھولیں کہ ان کے اکابر بھی اس کی زد میں آسکتے ہیں ۔

کیوں کر دل جلوں کے لبوں پر فغاں نہ ہو
ممکن نہیں کہ آگ ہو اور دھواں نہ ہو

اس سے بڑا کفر کوئی اور ہو سکتا ہے؟

قارئین کرام! مندرجہ بالا عبارت میں مفتی صاحب نے تسلیم کیا کہ انبیاء علیہم السلام سے گناہ ہو سکتے ہیں معاذ اللہ، اور بریلوی اصول کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رضا خانیوں نے گناہ کی نسبت کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گناہ گار تسلیم کر لیا معاذ اللہ، اب انہی رضا خانیوں کی یہ عبارت بھی ملاحظہ ہو:

''اگر پیغمبر ایک آن کیلئے بھی گناہ گار ہوں تو معاذ اللہ حزب الشیطان (شیطانی گروہ) میں داخل ہوں گے''، (تفسیر نعیمی: ۱/ ۲۶۳)

معاذ اللہ! اوّل تو ملاحظہ فرمائیں کہ کس قدر گستاخانہ پیرائے میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا جا رہا ہے، ثانیاً رضا خانیوں نے انبیاء سے گناہوں کا صدور ممکن مانا اب اس عبارت کی روشنی میں دیکھیں کہ بات کہاں تک پہنچ گئی؟ اگر کسی میں جرأت ہے تو اپنے اکابر سے اِس گستاخی اور کفر کو ہٹا کر دیکھے اور منہ مانگا انعام وصول کرے!!

رضا خانی پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کے باغی

رضا خانیو! تم جس ترجمہ کو کفر کہہ رہے ہو، جس ترجمہ کو گناہ و گستاخی کہہ رہے ہو وہی پیرانِ پیر شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے:

''قال تعالیٰ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ ای لذنب وجودك''، (سرّ الاسرار: ۷۴)، (یعنی اللہ نے اپنے محبوب سے فرمایا کہ اپنے گناہوں یعنی اپنے وجود کے گناہوں کی معافی مانگ)

لگاؤ فتوی شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی! مگر تم ایسا کبھی نہیں کرو گے کہ کہیں ''گیارہویں کی دیگ کی نذر'' کالعدم نہ ہو جائے، اس لئے کہ تمہارا حضرت سے یہ عشق تو صرف گیارہویں کی کھیر کی رکابی کے گرد گھومتا ہے، علمائے دیوبند کا قصور صرف یہ ہے کہ وہ تمہارے شرک و بدعت کے امڈتے ہوئے سیلاب کے آگے بندھ باندھے ہوئے ہیں ورنہ اندرونِ خانہ تم بھی سمجھتے ہو کہ یہ لوگ سچے عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں:

ہنر بچشمِ عداوت بزرگ تر عیب است
گل است سعدی و در چشمِ دشمناں خار است

نواب احمد رضا خان بریلوی کا ترجمہ رضاخانیوں نے ردّ کر دیا

سورہ فتح کی جس آیت کے ترجمہ پر رضاخانیوں کا ناز ہے اور جس کی بنیاد پر پوری امت مسلمہ کی تکفیر کی جارہی ہے، اس کے متعلق علاّمہ سعیدی صاحب کا تبصرہ بھی ملاحظہ ہو:

''ہمارے نزدیک یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ ترجمہ لغت اطلاقاتِ قرآن، نظمِ قرآن اور احادیثِ صحیحہ کے خلاف ہے اور اس پر عقلی خدشات اور ایرادات ہیں''، (شرح صحیح مسلم: ۷ / ۳۲۵، مطبوعہ لاہور)

''یہ تفسیر احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اور عقلاً مخدوش ہے''، (شرح صحیح مسلم: ۹۸)

''اس تفسیر پر عقلی خدشات ہیں''، (شرح صحیح مسلم: ۳ / ۱۰۰)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صریح اور صحیح احادیث کے برعکس ہے''، (شرح صحیح مسلم: ۶ / ۶۹۱)

''اس آیت سے امت کی مغفرت لینا صحیح نہیں''، (شرح صحیح مسلم: ۳ / ۹۸)

''یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے (تا کہ اللہ تعالی تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور پچھلوں کے)''، (شرح صحیح مسلم: ۶ / ۶۹۴)

(بحوالہ سالنامہ معارفِ رضا کا کنز الایمان نمبر: بابت: ۲۰۰۹، ص ۱۵۵-۱۵۶)

اکابر دیوبند کا ترجمہ سابقہ اکابر کے ترجمہ کے عین مطابق ہے

محدّث اعظم ہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کا ترجمہ کرتے ہیں:

''ہر آئینہ ما حکم کردیم برائے تو بفتح ظاہر عاقبت فتح آنست کہ بیامرز ترا خدا انچہ کہ سابق گذشتہی از گناہ تو وا انچہ پس ماند''۔

شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ:

''تحقیق فتح دی ہم نے تجھ کو ظاہر تو کہ بخشے واسطے تیرے خدا جو کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں سے تیرے اور جو کچھ پیچھے ہوا''۔

شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ جس کا ترجمہ مولوی احمد رضا خان صاحب بھی پیشِ نظر رکھنے کی تلقین کرتے ہیں:

''ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔''

آثار سحر کے پیدا ہیں اب رات کا جادو ٹوٹ چکا
ظلمت کے بھیانک ہاتھوں سے تنویر کا دامن چھوٹ چکا

اعتراض نمبر ۴

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ (سورۃ الفاتحہ: آیت نمبر ۵)

بتلا ہم کو راہ سیدھی (شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ)

بتلا دیجئے ہم کو رستہ سیدھا (حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ)

اس پر اعتراض ہے کہ:

''تمام دیوبندی نجدی وہابی مترجمین کے تراجم سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا سیدھی راہ اب تک بتائی ہی نہیں گئی، یہ دیوبندی اب تک دعا مانگ رہے ہیں کہ یا اللہ جلّ جلالہٗ ہمیں سیدھی راہ بتلا، جب کہ اسلام کو آئے ہوئے چودہ سوبیس سال ہو چکے ہیں لیکن انہیں اب تک سیدھی راہ ہی پتہ نہ چل سکی''۔(فیصلہ کیجئے: ۵۵)

مولوی رضاء المصطفی اعظمی صاحب لکھتے ہیں:

''کوئی غیر مسلم اگر یہ دعا کرے تو مناسب ہے کہ وہ سیدھا راستہ دیکھنے کا متمنّی ہے، مگر ایک مسلمان جو کہ قبولِ اسلام کے ساتھ ہی سیدھا راستہ دیکھ چکا، وہ ہر دعا میں خصوصاً نماز میں سیدھا راستہ دیکھنے کیلئے اپنے خدا سے دعا کرتا ہے کس قدر لایعنی اور لغو التجا ہے''۔(اردو تراجمِ قرآن کا تقابلی مطالعہ: ۷)

رضا خانی شیخ الاسلام محمّد مدنی میاں صاحب لکھتے ہیں کہ:

''یہ ترجمہ وہی تو کرے گا، جسے ابھی تک سیدھا راستہ معلوم نہ ہو سکا''۔(انوارِ رضا: ۳۸۰، المیزان کا امام احمد رضا نمبر: ۸۷)

جواب: اس کا سیدھا سا جواب تو یہ ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے ترجمہ کیا ہے:

''ہم کو سیدھی راستے پر چلا''

اب رضاخانی اپنی الٹی سوچ کے مطابق ابھی تک سیدھے راستے پر نہیں چلے، تبھی اس پر چلنے کی دعا مانگ رہے ہیں، راہ راست سے ہٹے ہوئے ہیں، اسلام کو آئے ہوئے چودہ سوانتالیس (۱۴۳۹) سال سے زائد ہو گئے ہیں، مگر یہ لوگ ابھی تک سیدھے راستے پر نہیں چلے جو اس پر چلنے کی دعا مانگ رہے ہیں کس قدر لغو دعا و التجا ہے، خدا تم رضا خانیوں کو سمجھ دے!!

نیز بطورِ لطیفہ اس کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ آپ یہ کیوں سمجھ رہے ہیں کہ حقیقی مسلمان ہی صرف اس دعا کو مانگتے ہیں؟ کیا آپ جیسے گمراہ، بدعتی، منکرِ حدیث، قادیانی، رافضی اسی قرآن کو نہیں پڑھتے؟ تو یہ ترجمہ آپ جیسے لوگوں کو سامنے رکھ کر کیا گیا ہے، آپ کے اب تک اس مبتدعانہ راہ پر گامزن ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ نے خود کو ہدایت یافتہ سمجھا ہوا ہے، اگر اسی ترجمہ کو سامنے رکھ کر دعا مانگا کریں تو کچھ بعید نہیں کہ آپ کو سیدھی راہ دکھادی جائے۔

خیر یہ تو ایک لطیفہ ہوا اب جواب سنئے!

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے مفردات القرآن میں ہدایت کے تین درجے بیان فرمائے ہیں:

۱...... ایک درجہ ہدایت کا عام ہے جو کائنات ومخلوقات کی تمام اقسام، جمادات، حیوانات اور نباتات وغیرہ کو شامل ہے، یہاں آپ یہ خیال نہ کریں کہ ان بے جان و بے شعور چیزوں کو ہدایت سے کیا کام؟ کیونکہ قرآنی تعلیمات سے یہ واضح ہے کہ کائنات کی تمام اقسام ان کا ذرّہ ذرّہ اپنے درجے کے موافق حیات واحساس رکھتا ہے، عقل وشعور بھی۔

۲...... دوسرا درجہ ہدایت کا اس کے مقابلے میں خاص ہے، یعنی صرف ان چیزوں کے ساتھ مخصوص ہے جو عرف میں ذوی العقول کہلاتی ہیں، یعنی انسان اور جن یہ ہدایت انبیاء اور آسمانی کتابوں کے ذریعہ ہر انسان اور جن کو پہنچتی ہے۔

۳...... تیسرا درجہ ہدایت کا اس سے بھی زیادہ خاص ہے کہ صرف مومنین متقین کے ساتھ خاص ہے، یہ ہدایت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بالواسطہ انسان پر فائض ہوتی ہے، اس ہدایت کا دوسرا نام توفیق ہے، یعنی ایسے اسباب اور حالات پیدا کرنا کہ قرآنی ہدایت کا قبول کرنا اور ان پر عمل کرنا آسان ہو جائے اور ان کی خلاف ورزی دشوار ہو جائے، اس تیسرے درجے کی وسعت غیر محدود اور اس کے درجات غیر متناہی ہیں، یہی درجہ انسان کی ترقی کا مدار ہے، اعمالِ صالحہ کے ساتھ اس درجۂ ہدایت میں ترقی ہوتی رہتی ہے،

قرآن کریم کی متعدد آیات میں اس زیادتی کا ذکر ہے مثلاً وَالَّذِیْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى اور دوسری آیت میں ہے وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا جولوگ ہمارے رستے میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان کو اپنے رستوں کی مزید ہدایت کرتے ہیں، یہی وہ میدان ہے جہاں پر بڑے سے بڑا رسول اور نبی اور ولی اللہ آخری عمر تک زیادتی ہدایت وتوفیق کا طلب گار رہتا ہے، (ماخوذ از معارف القرآن: ۱/ ۹۰)

اس تشریح سے معلوم ہوا کہ یہاں بتلانے سے مراد اگلے درجات کا بتلانا ہے، چنانچہ علّامہ جلال الدّین محلّی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کا ترجمہ کرتے ہیں کہ:

ای ارشدنا الیہ، (جلالین: ۲/ ۵۱۰)، (یعنی اے اللہ صراط مستقیم کی طرف رہنمائی فرما)

یہ جلالین وہ ہے کہ جس کے متعلق نواب احمد رضا خان صاحب آف بریلی کہتے ہیں کہ اس میں صرف راجح قول نقل کیا جاتا ہے، (فتاوی رضویہ ۱۲)

اب جواب دیں! جلالین والے کے متعلق کیا فتوی ہے؟؟

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اهدنا الصراط المستقیم: بنمای ما را راہ راست باید بدانست کہ مہ چند شخصی دربعضی امور بدراہ راست باشد لیکن اورا از طلب راہ راست چارہ نیست زیدا کہ بعد از ہد مدتبہ کمال مدتبہ دیگد است بالا تد ازاں پیس صاحب مدتبہ سفلانی طالب راہ راست مدتبہ فوقانیست وھکذا الی غیدالنہایۃ"، (تفسیر عزیزی: ۱/ ۱۰)

خلاصۂ کلام: ہمیں دکھا سیدھا راستہ ہر چند کہ آدمی بعض امور میں راہِ راست پر ہوتا ہے، لیکن اس کو بھی راہِ راست طلب کرنے کے سوا چارہ نہیں ہوتا، اس لئے کہ یہ بات جان لینی چاہیئے کہ ہر مرتبہ کمال کے بعد ایک اور مرتبہ بھی ہے جو اس سے بھی اونچا ہے پس نیچے کے مرتبہ والا اپنے سے اوپر کے مرتبہ والے کا طالب رہتا ہے۔

آپ کے غزالی زماں، رازی دوراں مولوی عمر اچھروی صاحب نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نوری مخلوق ہونے پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ نُوْرًا فِیْ قَلْبِیْ......الخ، تو وہابی نے اعتراض کیا کہ جب نور تھے تو سوال کرنے کی کیا

ضرورت؟ تو غزالی دوراں صاحب جواب دیتے ہیں کہ:

محمدّ عمر: تم نماز میں کھڑے ہو کر اللہ سے سوال کرتے ہو اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ کہ اے اللہ ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دے، کیا نماز میں ہاتھ باندھ کر خدا کی عبادت میں قبلہ رخ ہوتے ہوئے پھر اللہ سے صراط مستقیم طلب کرتے ہو، کیا نماز کی حالت میں گمراہی کے راستے پر کھڑے ہوتے ہو؟ نہیں، بلکہ ترقی درجات کی طلب ہوتی ہے ہمیشہ یہ قاعدہ چلا آتا ہے کہ جو بہتر چیز اپنے پاس موجود ہو اس کے لطف حاصل ہونے پر اس کی طلب زیادہ ہو جاتی ہے اس کا لطف اسے حریص بنا دیتا ہے......الخ، (مقیاسِ حنفیت: ۲۵۲)

مولوی اچھروی صاحب نے وہی ترجمہ کیا، جو ہم نے کیا اور اس کی توجیہ بھی خود بیان کر دی، یہی بات ہم سمجھانا چاہ رہے تھے اب مولوی اچھروی صاحب کی قبر پر جا کر پوچھو کہ انھوں نے ایسی گستاخی کیوں کی!!

کیا خوب کہ اپنا پردہ کھولے جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

رضاخانی اپنے گھر کی خبر لیں:

مولوی احمد رضا خان صاحب آف بریلی مندرجہ ذیل آیت کا ترجمہ کرتے ہیں کہ:

كُلًّا هَدَيۡنَا ۚ وَنُوۡحًا هَدَيۡنَا مِنۡ قَبۡلُ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيۡمٰنَ وَاَيُّوۡبَ وَيُوۡسُفَ وَمُوۡسٰى وَهٰرُوۡنَ ؕ (سورۃ الانعام: ۸۴)، ترجمہ: "ان سب کو ہم نے راہ دکھائی اور ان سے پہلے نوح کو راہ دکھائی اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو" (کنز الایمان)

آگے اور انبیائے کرام علیہم السلام کے اسماء کا ذکر کر کے ارشاد فرمایا:

وَاجۡتَبَيۡنٰهُمۡ وَهَدَيۡنٰهُمۡ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ۝ (سورۃ الانعام: ۸۷)، ترجمہ: "اور ہم نے انہیں چن لیا اور سیدھی راہ دکھائی"، (کنز الایمان)

اب جواب دیں کہ کیا سیدھی راہ دکھانے کے بعد سیدھی راہ پر چلایا بھی تھا؟ اور کیا یہ جلیل القدر انبیائے کرام علیہم السلام پہلے سے سیدھی راہ پر نہ تھے جو اللہ انہیں سیدھی راہ دکھانے کا کہہ رہے ہیں؟ اپنے اصول یہاں بھی ذرا منطبق کریں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق آیت کا ترجمہ کرتے ہیں:

اِجۡتَبٰىهُ وَ هَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ○ (سورۃ النحل:۱۲۱)،ترجمہ:"اللہ نے اسے چن لیا اور اسے سیدھی راہ دکھائی،(کنزالایمان)

حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق ارشاد کا ترجمہ کرتے ہیں:

ثُمَّ اجۡتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيۡهِ وَهَدٰى○ (سورہ طہ،آیت نمبر ۱۲۲)، ترجمہ: پھر اس کے رب نے چن لیا تو اس پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائی اور اپنے قربِ خاص کی راہ دکھائی،(کنزالایمان)

حضرت یہ قربِ خاص کون سے لفظ کا ترجمہ ہے؟ اور کیا حضرت آدم علیہ السلام اللہ کے قرب میں نہ تھے؟ ہدایت پر نہ تھے، جو اللہ انہیں راہ دکھلا رہا ہے؟(معاذ اللہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ایک اور آیت کا ترجمہ کرتے ہیں:

اَلَّذِىۡ خَلَقَنِىۡ فَهُوَ يَهۡدِيۡنِ○ (سورۃ الشعراء آیت نمبر ۷۸)،ترجمہ:"وہ جس نے مجھے پیدا کیا تو وہ مجھے راہ دے گا"۔(کنزالایمان)

رضا خانی علماء ومفتیان بتلائیں! ان تراجم کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟؟

حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کے متعلق ارشاد کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

وَهَدَيۡنٰهُمَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ○ (سورہ صٰفّت، آیت نمبر ۱۱۸)،ترجمہ:"اور ان کو سیدھی راہ دکھائی"۔(کنزالایمان)

بتلائیے! کیا یہ دونوں جلیل القدر پیغمبر سیدھے راستے پر نہ تھے؟ مولوی احمد رضا خان صاحب پر کیا حکم لگاؤ گے؟؟

وَقَدۡ هَدٰٮنَا سُبُلَنَا ؕ (سورہ ابراہیم، آیت نمبر ۱۲)،ترجمہ:"اس نے ہماری راہیں ہمیں دکھادیں"۔(کنزالایمان)

اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ارشاد کا کیا ترجمہ کیا وہ بھی ملاحظہ ہو:

قُلۡ اِنَّنِىۡ هَدٰٮنِىۡ رَبِّىۡۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ۚ (سورہ انعام، آیت نمبر ۱۶۱)،ترجمہ:"تم فرماؤ بے شک مجھے میرے رب نے سیدھی راہ دکھائی"،(کنزالایمان)

اب یہ سارے رضا خانی عقل کے دشمن جواب دیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے کون سی راہ پر تھے، جو انھیں

رب کی طرف سے سیدھی راہ دکھانی پڑی؟ اب دیر نہ کریں عشقِ رسالت کا تقاضہ یہی ہے کہ اپنا ہو یا پرایا ہو، گستاخ ہے تو کفر کے گھاٹ اتار کر جہنم پہنچانا ہے اپنی کفر ساز مشین گن کے دس بیس نہیں تو دو چار فائر ہی خان صاحب کی قبر کی طرف ماریں تاکہ سب آپ کی انصاف پسندی کی داد دیں۔

اہلِ بدعت اکابر کے مصدّقہ ترجمہ میں آیت کا ترجمہ ہے

ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دے، (آسان ترجمہ قرآن: ص ۳، فرید بک ڈپو دہلی)

سابقہ اکابر کا ترجمہ

نیما مارا راہ راست (شاہ ولی اللہ صاحبؒ)

دکھا ہم کو راہ سیدھی (شاہ رفیع الدین صاحبؒ)

بنمای را راہ راست (شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ)

اعتراض نمبر ۵

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ○

اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے، (شیخ الہندؒ)

رضا خانی لکھتے ہیں:

”مکر کے لغوی معنیٰ خفیہ تدبیر کرنے کے ہیں، مگر اردو میں یہ لفظ دھوکہ اور فریب جیسی مبتذل صفات کے اظہار کیلئے استعمال ہوتا ہے، سوچیے کہ خدا کی ذات سے مکر اور داؤ جیسے الفاظ کا استعمال کس قدر سوئے ادبی کا متحمل ہے“، (محاسن کنز الایمان: ۳۴)

مولوی رضاء المصطفی صاحب لکھتے ہیں:

اللہ کی طرف مکر، فریب، بدسگالی کی نسبت اس کی شان میں حرف گیری کے مترادف ہے“، (اردو تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ: ۵)

کاشف اقبال رضا خانی لکھتے ہے کہ:

”دیوبندی مترجمین نے بے دھڑک اللہ تعالی کی طرف چالبازی مکر اور داؤ منسوب کیا ہے، اس سے ترجمہ کا عام قاری یہی نتیجہ اخذ کرے گا کہ اللہ تعالیٰ چالباز اور مکّار ہے“، (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ۶۳)

جواب: جناب عام قاری تو ترجمہ پڑھتے ہی سمجھ جائے گا کہ یہاں ”مکر“ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کا مکہ و مدینہ میں حسام الحرمین کیلئے کیا گیا ”مکر“ مراد نہیں، بلکہ وہ مکر مراد ہے جو اللہ کی شان اور نظم قرآن کا منشاء ہے، البتہ آپ جیسے ”مکاّر“ وہی مطلب کشید کریں گے جو کیا!!

نواب احمد رضا خان صاف آف بانس بریلی قرآن پاک کی آیت، اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ○ (سورہ بقرہ، آیت نمبر ۱۵) کا ترجمہ کرتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ ان سے استہزاء فرماتا ہے (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) اور انہیں ڈھیل دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں“، (کنز الایمان)

یہاں اللہ کی طرف ”استہزاء“ کا لفظ خان صاحب نے منسوب کیا، حالانکہ ”استہزاء“ کا معنیٰ اردو لغت میں:

ٹھٹّھا کرنا، ہنسی کرنا، تمسخر، (نور اللغات: ۱/ ۳۲۴، جنرل پبلشنگ ہاؤس کراچی)

اب رضاخانی الٹی سوچ کے مطابق عام قاری ترجمہ قرآن جب اس ترجمہ کو پڑھے گا تو یہی تأثّر لے گا کہ معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد، اللہ مسخرہ پن کرنے والا یعنی ٹھٹھا باز ہے العیاذ باللہ۔

اگر مولوی احمد رضا خان صاحب کا یہ ترجمہ کرتے ہوئے عام قاری یعنی بریلوی رضاخانی جسے مولوی احمد رضا خان صاحب ”بھولی بھیڑیں“ کہتے ہیں، سب کو معلوم ہے کہ بھیڑ بے وقوف جانور ہے اور وہ بھی بھولی تو نورٌ علی نور، بس اگر اس طرح کی بے وقوف بریلوی بھیڑیں مذکورہ آیت کے خانصاحب والے ترجمہ میں الٹا معنیٰ نہیں لیتے، بلکہ استہزاء کا وہی معنیٰ لیتے ہیں جو اللہ کی شان کے مطابق ہو تو علمائے دیوبند کا ترجمہ پڑھنے والے پڑھے لکھے قاری بھی اس کا ہرگز وہ معنیٰ نہیں لیتے جو آپ سمجھ رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ سعودی عرب میں دنیا بھر کے لاکھوں عازمین حج خصوصاً پاکستانی حاجیوں کو شیخ الہندؒ کا یہ ترجمہ مفت دیا جاتا ہے۔

دوسری بات رضاخانی کہتے ہیں کہ تدبیر ترجمہ کرکے اعلیٰ حضرت نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا حالانکہ یہی ترجمہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کیا:

اور وہ تو اپنی تدبیر کر رہے تھے اور اللہ میاں اپنی تدبیر کر رہے تھے اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ

ہے''،(بیان القرآن)

کتنا کھلا تعصّب ہے کہ ایک طرف تو حکیم الامّت رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ پر دل کھول کر سبّ وشتم کیا جائے، مگر جہاں تمہارے اصول کے مطابق حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح اور اللہ کی شان کے لائق ترجمہ کیا تو اس ترجمہ کو نقل ہی نہیں کیا، کیا یہ کھلا تعصّب نہیں؟ اگر یہ سب کچھ انصاف کی رو سے لکھا جارہا ہوتا تو ہر منصف کا یہ فرض منصبی ہے کہ یہاں کسی کی برائی کو نقل کرے اس کی خوبیوں اور اچھائیوں کو بھی ذکر کرے۔

رضاخانی اپنی چارپائی کے نیچے جھاڑو پھیریں

نواب احمد رضا خان صاحب آف بانس بریلی لکھتے ہیں:

ع

کوہ فگن تھا ان کا مکر، مگر مکرِ حق تھا بڑا محبّ رسول

(حدائق بخشش ج ۳ ص ۴۱)

رضاخانی حکیم الامت مولوی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

رب تعالیٰ کے مکر سے بے خوف نہ ہو، (تفسیر نعیمی: ۳/ ۲۶۳)

رضاخانی شیخ الحدیث والتفسیر مولوی فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

اعلیٰ حضرت نے اللہ تعالیٰ کے لیے مکر کا معنیٰ خفیہ تدبیر لکھا، (سیّدنا اعلیٰ حضرت: ۲۸)

مولوی غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

''اللہ کے مکر سے مراد''، (تبیان القرآن: ص ۱۸۰)

عبدالرّزاق بھترالوی صاحب لکھتے ہیں:

''اللہ کے مکر سے مراد''، (تسکین الجنان: ۱۶۵)

ان تمام رضاخانیوں نے ''اللہ کے مکر'' کا جملہ استعمال کیا اور ربّ تعالیٰ کے گستاخ ہوئے، رضاخانی جو تاویل یہاں کریں وہی تاویل علمائے دیوبند کے ترجمہ میں کرلیں۔ مگر فی الحال تو جلد سے جلد اپنے ان اکابر پر گستاخی کا فتویٰ لگا کر ان کیلئے ''ہاویہ'' (جہنّم) میں جگہ بک کروائیں۔

سابقہ اکابر

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ: مکرا من اللہ و امتحانا. (فتوح الغیب مقالہ نمبر ۸)
شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ: "مکرِ خدا آنست" (شرح فتوح الغیب)
"زآنکہ بودا ندایمن ازمکرِ خدا"، (مثنوی دفتر سوم: ۲/ ۸۰)
شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ: "پس ایمن نشوند ازمکرِ خدا مگر گروہ زیاں کاراں"، (ترجمہ شیخ سعدی: سورہ اَعراف ۹۹)

"وایشاں بدسگالی میکردند وخدابدسگالی میکرد (یعنی بایشاں) وخدا بہترین بدسگالی کنند کافی است"، (شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ)

ان اعتراضات کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

قارئین کرام! آپ نے ماقبل میں ملاحظہ فرمالیا کہ اکابر علمائے دیوبند نے جو ترجمہ کیا وہ قرآن وسنّت اور بزرگانِ دین ومفسرین کرام کے ترجمہ وتفسیر کے عین مطابق ہے۔ رضاخانی حضرات چونکہ کھلم کھلا ان اکابر کے نام لے کر دشنام طرازی تو نہیں کرسکتے، کیونکہ انہی کے نام پر عوام میں گورکھ دھندا کیسے چلے گا؟ اسی لئے قرآن کریم کے صحیح تراجم سے عوام کو بدظن کرنے کے لیے اہلِ حق کے تراجم پر دل کھول کر تبرّا بازی کی گئی، خود نواب احمد رضا خان صاحب آف بریلی نے یہ ترجمہ کس طرح لکھوایا ملاحظہ ہو:

''صدر الشریعۃ مولانا امجد علی علیہ الرحمۃ نے قرآن مجید کے صحیح ترجمہ کی ضرورت پیش کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت سے ترجمہ کردینے کی گذارش کی، آپ نے وعدہ فرمالیا لیکن دوسرے مشاغل کثیرہ کے ہجوم کے باعث تاخیر ہوتی رہی، جب صدر الشریعہ کی جانب سے اصرار بڑھا تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا چونکہ ترجمہ کے لیے میرے پاس مستقل وقت نہیں ہے، اس لئے آپ رات میں سونے کے وقت یا دن میں قیلولہ کے وقت آجایا کریں''، (سالنامہ معارفِ رضا، بابت ۲۰۰۹ کنز الایمان نمبر: ۳۵)

ایک طرف آل رضا کہتی ہے کہ مولوی احمد رضا خان بریلوی پورے ہندوستان میں ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واحد چمپئن تھا، اگر یہ نہ ہوتا تو آج پورے ہندوستان میں وہابیت ہوتی، ساری زندگی ناموسِ رسالت کے لیے

وہابیوں کا ردّ اور مسلمانوں کو کافر بناتے رہے، سوال یہ ہے کہ اگر اکابر دیوبند کے تراجم گستاخانہ تھے تو کیا اس کا ردّ اور اس کا حل پیش کرنا مولوی احمد رضا خان صاحب کی ذمہ داری اور عشقِ رسالت کا تقاضہ نہ تھا؟ اگر تھا تو قرآن مقدّس جیسی عظیم کتاب کی خدمت کے لیے وقت کیوں نہیں؟ اس کی وجہ صرف یہی سمجھ آتی ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب عوام میں مقبول شخص نہ تھے، اسی لیے انہیں عوام میں بیان کرنے کے لیے نہ کوئی بلاتا نہ خود جانے کا شوق، نہ دعوت و تبلیغ سے سروکار، نہ عوامی جلسے جلوس میں شرکت کا داعیہ، نہ تعلیم و تعلم سے کوئی تعلق اور مناظرے کا نام تو سن کر ویسے ہی ان پر کپکپی طاری ہوجاتی، ان سب کاموں کے لیے اس آدمی نے اپنے ان خلفاء کو رکھا ہوا تھا، ظاہر ہے کہ عوام نے ان کا گریبان پکڑا ہوگا کہ تم قرآن پاک کے نام پر دھوکہ دیتے ہو، جب ہم قرآن کھول کر اسے پڑھتے ہیں تو ہمیں ایسا کوئی عقیدہ اس میں نظر نہیں آتا جس کا تم پرچار کرتے ہو، اس لیے مولوی امجد علی صاحب گھوسوی نے ہوشیاری کرتے ہوئے اس وقت کے آلِ بدعت کے سرخیل سے یہ گذارش کی کہ اپنے لوگوں کو مطمئن کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ نظم قرآنی میں تو ہم سے تحریف ممکن نہیں، اس لیے ترجمہ کے نام پر اس تحریف کا ارتکاب کیا جائے، اِدھر مولوی احمد رضا خان صاحب آف بریلی چونکہ علمائے حق کی مخالفت انگریز کے حکم پر کر رہے تھے اور قرآن سے انگریز کو بغض تھا، اس لئے اس کی خدمت کے صلے میں پونڈ ملنے کی امید نہ تھی، جس پر مولوی امجد علی صاحب کو ٹال دیا، مگر جب مولوی امجد علی صاحب نے بار بار گذارش کی اور اصل صورتحال سامنے رکھی تو خان صاحب کو بھی بات سمجھ آگئی اور اس کے لیے راضی ہو گئے مگر کس وقت؟ ''نیم غنودگی'' کی حالت میں۔ ربّ کریم کے اس مقدّس کلام سے اس بے اعتنائی ہی کا نتیجہ ہے کہ خان صاحب کو ساری زندگی قرآن و حدیث کی خدمت کی کوئی توفیق نہ ملی اور دوسری طرف جنہیں ساری زندگی کافر کہتے رہے، اللہ نے اُن سے اپنے کلام اور رسول ﷺ کی حدیث کی وہ خدمت لی کہ آج میری کتاب پڑھنے والے بریلوی کے گھر میں بھی علمائے دیوبند کا چھپا ہوا قرآن ہوگا اور میری کتاب پڑھنے والے رضاخانی مولوی نے علمائے دیوبند کی چھاپی ہوئی حدیث کی کتاب ہی سے حدیثِ رسول پڑھ کر امتحان دیا ہوگا، بہرحال اگر اس کی تفصیل میں جایا جائے تو ایک ضخیم کتاب وجود میں آجائے گی۔

ایک مطالبہ

آج جب ہم نواب احمد رضا خان صاحب آف بریلی کے کفر و ایمان پر بات کرنے کے لیے رضاخانیوں کو دعوت دیتے ہیں تو فوراً چلّا اُٹھتے ہیں اور گلو خلاصی کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ آپ کے اکابر نے تو

انھیں کافر نہیں کہا تو ہم بھی رضاخانیوں سے سوال و مطالبہ کرتے ہیں کہ یہ تراجم مولوی احمد رضا خانصاحب کے سامنے بھی تھے، کیا آپ ان تراجم پر یہی اعتراضات جو تم لوگ اس وقت کر رہے ہو، مولوی احمد رضا خان صاحب کے حوالے سے پیش کر سکتے ہو؟؟؟ دیدہ باید۔

فیصلہ کن بات

مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب بریلوی لکھتے ہیں کہ:

''پاکستان کی تمام جماعتیں شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے افکار و نظریات پر اصولاً متّفق ہے، لہٰذا ہم اپنے تمام متنازعہ فیہ امور ان کے عقائد و نظریات کی روشنی میں حل کریں''، (اتحاد بین المسلمین: ۱۱۳، والضحیٰ پبلی کیشنز لاہور)

اسی طرح پنڈی کا مفتی حنیف قریشی رضاخانی کہتے ہیں کہ:

''حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہستی کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ سوائے شیعہ کے تمام مسالک کی متّفقہ شخصیت ہیں''، (روئیداد مناظرہ گستاخ کون؟: ۳۸۰، اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی)

اسی طرح مولوی کاشف اقبال رضاخانی لکھتے ہیں کہ:

''حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ وغیرہم (دو آدمیوں کیلئے علیہ الرحمۃ اور پھر غیرہم...... سبحان اللہ شیخ الحدیث صاحب کے علم کا زور ہے، یہی حرکت اگر کوئی دیوبندی کر لیتا تو حسن علی رضوی آسمان سر پر اٹھا لیتا...... از ناقل) کے نظریات وہی تھے جو کہ آج اہل سنّت و جماعت (بریلوی) کے ہیں جن کی ترجمانی...... مولوی احمد رضا خان بریلوی...... نے فرمائی ہے''، (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ۳۵، دارالغوثیہ سمندری شریف)

الحمدللہ! ماقبل میں ہم نے قریباً تمام تراجم میں محدث اعظم ہند حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تراجم پیش کیے اور ثابت کیا کہ اکابر دیوبند نے انہی تراجم کی ترجمانی کی، جنہیں رضاخانی حضرات متنازعہ فیہ امور میں حَکَم ماننے کے لیے تیار ہیں، اب اگر یہ ہاتھی کے دانت دکھانے کے لیے نہیں ہیں تو ترجمہ کنز الایمان کو آگ لگائیں اور اکابر دیوبند کے ترجمہ کو حرز جان بنائیں جو چودہ سو سال کے علماء و مفسرین کے عقائد و نظریات کے عین مطابق ہے۔

☆......☆......☆......☆

سوال گندم

جواب چنا

ہمارے مضمون کا ایک نام نہاد جواب اور ہمارا مختصر تبصرہ

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ○

آپ کے ترجمہ سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ حضور ﷺ سیدھے راستے سے ناواقف تھے، بے خبر تھے تو لامحالہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر آپ بے خبر تھے تو غار حرا میں سجدہ ریز کیوں ہوتے تھے؟...... جناب نے جتنے بھی (تفسیری) حوالے پیش کیے، ان میں سے کسی میں بھی شریعت سے مطلقاً بے خبری کا ذکر نہیں، بلکہ احکام شریعت سے بے خبر ہونے کا ذکر ہے جس سے رستے سے بھٹکنا لازم نہیں آتا، (ملخصاً کنز الایمان اور مخالفین: ۱۷۰-۱۷۱)

جواب: اس جواب سے معلوم ہوا کہ موصوف کے نزدیک:

۱...... حضور ﷺ کو مطلقاً بے خبر یا لاعلم کہنا گستاخی نہیں، نہ اس پر ان کا کوئی اعتراض ہے۔

۲...... حضور ﷺ کو احکامِ شریعت سے بے خبر مانا جائے، اس پر انہیں کوئی اعتراض نہیں۔

۳...... دیوبندی تراجم سے یہ مفہوم متبادر ہوتا ہے کہ آپ سرے سے سیدھے راستے ہی سے بھٹکے ہوئے ہیں، (معاذ اللہ...... از ناقل)

ترتیب وار ان کے جوابات ملاحظہ ہوں:

پہلی بات کا جواب:

مولوی عمر اچھروی صاحب لکھتے ہیں:

”اگر کسی نے بالفرض نبی علیہ الصلاۃ والسّلام کو کچھ وقت کے لیے معاذ اللہ اس خبر سے بے علم سمجھا تو اس اعتقاد کی بنا پر اتنی دیر تک منکر نبوت رہے گا“، (مقیاسِ حنفیت: ۲۹۹)

یہ آپ کے غزالی دوراں لکھ رہے ہیں کہ ''اگر کسی خبر'' سے بے علم و بے خبر سمجھا تو اتنی دیر تک منکرِ نبوت رہا اور خیر سے ہمارے علماء و مفسّرین کہتے ہیں کہ حضور ﷺ احکام شریعت سے بے خبر تھے اور یہی جمہور مفسّرین کا بھی نظریہ ہے تو آپ سمیت یہ سب ہی معاذ اللہ حضور ﷺ کی نبوت کے منکر ہوئے۔

مفتی فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

''لاعلمی کی تہمت لگانا گمراہی اور بے دینی ہے''، (لاعلمی میں علم،ص ۲۴)

اور موصوف اسی تہمت کا ارتکاب کر بیٹھے ہیں!!

پھر مولوی عبدالرزاق بھترالوی صاحب لکھتے ہیں:

''نبی کریم کو بھٹکا ہوا، بھولا ہوا، بے خبر، ناواقف کہہ کر گستاخانہ انداز اختیار کیا گیا''، (تسکین الجنان: ۳۷۶)

مفتی تصدیق حسین صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

''انتہائی دریدہ دہنی اور گستاخانہ انداز میں بھٹکا ہوا، بے خبر، بھولا ہوا، ناواقف جیسے الفاظ کی نسبت نبیؐ کریم ﷺ کی طرف کی گئی''، (فاضل بریلوی اور کنز الایمان: ص ۱۰۰)

گویا آپ کے ہاں ''بے خبر'' کا لفظ ہی گستاخانہ پیرایہ ہے اور موصوف لکھتے ہیں:

''احکامِ شریعت سے بے خبر ہونے کا ذکر ہے''، (کنز الایمان اور مخالفین: ۱۷۱)

اسی طرح ہم نے اپنے مضمون میں دیگر بریلوی مولویوں کے حوالے دیے کہ وہ ''بے خبر'' کے لفظ ہی پر گستاخی کے فتوے لگا رہے ہیں اور اسی کو سامنے رکھ کر ہم نے جواب دیا تھا۔لہذا موصوف نے بھی معاذ اللہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخانہ پیرایہ اپنایا اور یہ کہنا کہ ہمارا اعتراض احکامِ شریعت سے بے خبر پر نہیں یہ بھی جھوٹ ثابت ہوا۔

ایک وضاحت مطلوب ہے

بریلوی حضرات یہاں ''بے خبر'' کے لفظ کی نسبت کو نبی کریم ﷺ کی طرف دریدہ دہنی میں شمار کر رہے ہیں تو ان مفسرین وعلماء کے بارے میں ان کی کیا رائے ہے، جنہوں نے ''جاھلا'' کے لفظ کو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کیا؟

دوسری بات:

بے خبر کے لفظ کو چھوڑ کر اب یہ تاویل کرنا کہ نہ تو بے خبر کے لفظ پر اعتراض ہے نہ احکامِ شریعت سے بے خبری پر اعتراض ہے، بلکہ مطلقاً شریعت سے بے خبری پر اعتراض ہے، یہ بھی نری گلو خلاصی ہے، ڈاکٹر مجید اللہ قادری لکھتے ہیں:

''قارئین کرام! ہم میں اور نبی میں کیا فرق رہا، ہم یقیناً شریعت سے بے خبر ہوتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرما دیتا ہے **تو ہم شریعت کے مطابق اعمال کو ڈھالنے لگتے ہیں** کیا نبی بھی (معاذ اللہ) ہماری طرح اللہ کا نافرمان اور اللہ سے بے خبر ہوتا ہے، یہ کون سا دین ہے کہ جس کا سربراہ بھی بے خبر...... مولوی اشرف علی تھانوی کے مندرجہ بالا آیت کے ترجمے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے دین و مذہب میں نبی کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے اور اتنا بڑا الزام لگانے سے بھی نہیں چونکتے کہ نبی ﷺ (معاذ اللہ) شریعت ہی سے بے خبر تھا اور یہ خیال نہ کیا کہ نبی ایک لمحہ بھی اگر اللہ سے غافل ہو جائے تو وہ منصب نبوت کا اہل نہیں رہتا''۔ (اردو تراجم کا تقابلی مطالعہ: ۶۷)

اس کتاب پر پروفیسر مسعود بریلوی، مولوی شریف الحق امجدی اور مولوی عبد الحکیم شرف قادری کی تائیدات ثبت ہیں، ڈاکٹر صاحب کا جملہ:

''ہم شریعت کے مطابق اعمال کو ڈھالنے لگتے ہیں کیا نبی بھی
(معاذ اللہ) ہماری طرح اللہ کا نافرمان اور اللہ سے بے خبر ہوتا ہے''

صاف بتلا رہا ہے کہ اعمال یعنی احکامِ شریعت سے بے خبر پانے والے پر بھی یہ سب فتوے لاگو ہوں گے۔

نتیجہ

معلوم ہوا کہ جو رسول اللہ ﷺ کو احکامِ شریعت سے بے خبر مانتا ہے وہ:

(۱) نبی کو عام انسانوں کے برابر کرنے والا ہے، معاذ اللہ۔

(۲) اس صورت میں نبی کا معاذ اللہ، اللہ کا نافرمان ہونا لازم آئے گا۔

(۳) یہ دین اسلام نہیں ہو سکتا جس کا سربراہ بھی دین سے بے خبر ہو، معاذ اللہ۔

(۴) ایسا کہنے والے کی نظروں میں نبی ﷺ کی کوئی خاص اہمیت نہیں۔

(۵) یہ نبی پر بہت بڑا الزام لگانا ہے، معاذ اللہ۔
(۶) اس صورت میں نبی معاذ اللہ نبوت کا اہل ہی نہیں رہا۔
پس فریق مخالف نے نبی کریم ﷺ کو احکامِ شریعت سے بے خبر و لاعلم مان کر ان تمام کفریات کا ارتکاب کیا ہے، معاذ اللہ۔
مولوی عبدالرزاق بھترالوی لکھتے ہیں:
''جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے عہد میں عبد ہونے کو جاننے کا ذکر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی الوہیت سے باخبر ہونے کو بیان کرتے ہیں اور اپنی نبوت اور اپنے کمالات اور کئی شرعی احکام سے علم رکھنے کا برملا اعلان کرتے ہیں تو یقیناً نبی محترم جمیع انبیائے کرام سے افضل ہونے کی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام سے زیادہ علم رکھتے ہیں''، (تسکین الجنان، ص ۳۷۷)
جب عیسیٰ علیہ السلام شرعی احکام کا علم بچپن ہی میں رکھتے ہیں تو فریق مخالف کا یہ کہنا کہ حضور ﷺ کو احکامِ شریعت کا علم نہ تھا یہ خود بریلوی اصولوں کے مطابق حضور ﷺ کو معاذ اللہ لاعلم ماننا حضور ﷺ کے علم کو گھٹانا ہے اور یہ گستاخی ہے!!
مولوی حسن علی رضوی لکھتے ہیں:
''احکامِ عملیہ کا نام شریعت ہے''، (وصایا شریف پر اعتراضات: ۳۴)
جب شریعت نام ہی احکامِ عملیہ کا ہے تو جب ہمارے فریق مخالف نے حضور ﷺ کو احکامِ عملیہ سے بے خبر ماننے کو درست قرار دے دیا تو گویا ''شریعت'' سے بے خبر مان لیا، لہٰذا یہ سارے فتوے اپنی جگہ برقرار رہے، بلکہ ان فتوؤں کی زد میں فریق مخالف کی صورت میں ایک اور شخصیت کا اضافہ ہوگیا۔ غرض احکامِ شریعت سے بے خبر کہو یا شریعت سے آپ کے مذہب میں یہ فتوے بہر صورت دونوں پر ہیں، یعنی مطلقاً بے خبر ماننے ہی پر فتوے ہیں، کان یہاں سے پکڑو یا وہاں سے بات ایک ہی ہے، نیز جب شریعت احکامِ عملیہ کا نام ہے تو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں شریعت کی بھی وضاحت ہوگئی کہ مراد اس سے احکام شریعت ہیں لہٰذا اب دیانت کا تقاضہ ہے کہ اپنے ان اکابر پے لعنت بھیج کر ان کے فتووں سے اعلان برات کرو یا ان کے فتووں کو درست مان کر خود تجدید ایمان کرو۔
اور لیجئے مفتی فیض احمد اویسی کا فتوی قبول کیجئے!

’’مخالف نے ضالّ بمعنیٰ گمراہ ثابت کرنے کے لیے جو دلائل دیے ہیں، وہ اس کی نبوت دشمنی کا واضح ثبوت ہے، مثلاً کہا حضور ﷺ وحی آنے سے پہلے شریعت کی تفصیلات سے واقف نہ تھے‘‘، (کنزالایمان پر اعتراضات کے جوابات: ۷۲)

پھر ہم نے ایسے حوالے بھی پیش کیے، جس میں مطلقاً ’’شریعت‘‘ سے بے خبری کی بات موجود تھی جس پر بقول فریق مخالف ہمارا اصل فتویٰ ہے، موصوف اُسے شیرِ مادر سمجھ کر ہضم کر گئے، مثلاً:

ضالّاً: عن شریعتک ای لا تعرفھا فھداک الیھا، (شفاء ج ۲ ص ۱۷ مکتبہ حقانیہ)

یہاں مطلقاً شریعت کے علم کی نفی کا ذکر ہے، موصوف نے اس پر کوئی فتویٰ نہیں لگایا۔

بریلویوں کی محبوب تفسیر روح البیان میں ہے:

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا معنی الضلال فقدان الشرائع، (روح البیان: ۱۰/ ۴۵۷)

صاحب روح البیان نے ضالّ کا معنیٰ ہی ’’فقدانِ شرائع‘‘ سے کیا ہے، لیکن بریلویوں کو اس میں کبھی گستاخی نظر نہیں آئے گی یہ گستاخی تب بنے گی جب دیوبندی کتب میں یہ الفاظ ہوں، فیاللعجب!!

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ضَآلًّا لم تکن تدري القرآن والشرائع، (تفسیر قرطبی: ۲۰/ ۹۶)

نہ آپ قرآن جانتے نہ شریعت کو۔ یہاں پر بھی مطلقاً شریعت کی نفی ہے اور بقول فریق مخالف اسی پر ان کو اعتراض ہے۔

نیز بریلویوں کی موٹی عقل یا الٹی عقل کے مطابق میرا یہاں یہ اعتراض کرنا بھی بنتا ہے کہ بقول آپ لوگوں کے نبی کریم ﷺ غار حرا میں شریعتِ ابراہیمی پر عمل کرتے تھے تو یہاں شرائع جمع کا صیغہ یہ مفسرین لے کر آئے، یعنی ہر قسم کی شریعتوں سے ناواقف تھے تو پھر آنجناب کی زبان میں غار حراء کیا کرنے جاتے؟؟ سجدہ کس کو کرتے؟؟

مولوی حسن علی رضوی لکھتے ہیں:

’’اعتقادیات کا نام دین ہے‘‘، (وصایا شریف پر اعتراضات: ۳۴)

اور ہم نے اپنے مضمون (کتاب کے پہلے حصّے) میں مولوی غلام رسول سعیدی صاحب کے حوالے سے حضرت ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حوالہ پیش کیا کہ آپ ﷺ کو دین کا علم نہ تھا، گویا حضور ﷺ کو بنیادی عقائد

کا بھی علم نہ تھا تو اب آپ ہی کی زبانی میں موصوف کو تو نہ صرف اپنے بلکہ دیوبندیوں کے عقائد کا بھی علم ہو اور حضور ﷺ جو ساری کائنات کے سردار ہیں ان کو اپنے عقائد کا بھی علم نہ ہو؟ معاذ اللہ۔

تیسری بات:

یہ کہنا کہ راہ سے بھٹکا ہوا سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ ''حضور ﷺ سرے سے سیدھے راستے ہی سے ناواقف تھے، بے خبر تھے''، معاذ اللہ۔

یہ بھی موصوف کا اپنا خود ساختہ مفہوم ہے، آیت کے ترجمہ میں کہیں یہ نہیں کہ حضور ﷺ سرے سے سیدھے رستے سے بھٹکے ہوئے تھے، اگر آپ کے بیمار ذہن میں کوئی الٹا مفہوم آرہا ہے تو اس کے ہم یا ہمارے مترجمین تو ذمّہ دار نہیں؟ آپ ہی نے لکھا:

''یہ بات یاد رہے کہ اعتراضات سے کوئی بھی چیز محفوظ نہیں''، (کنزالایمان اور مخالفین: ۷)

نہ معلوم ان تراجم سے آپ کے ذہن میں یہ مفہوم کیوں نہیں آیا کہ:

''احکام شریعت کے رستوں سے ناواقف پایا تو اس کی طرف راہ دی''

یہ مفہوم مراد لینے میں آخر کیا چیز مانع ہے ماسوائے عقلِ بریلوی کے؟

اگر اسی قسم کی لچر باتوں کا نام اعتراض و جواب ہوتا ہے تو خان صاحب کا ترجمہ:

''اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا''

کا مفہوم کل کو کوئی ملحد بے دین یا مرزائی (ان کی قید اس لئے لگائی کہ جس قسم کے شیطانی اعتراضات رضا خانیوں کو سوجھتے ہیں وہ صرف اسی قسم کے لوگوں کے ذہن میں آسکتے ہیں، کسی مسلمان کے ذہن میں نہیں) کہ حضور ﷺ معاذ اللہ کسی کی محبت میں گرفتار تھے، استغفر اللہ۔

کیونکہ جلالین میں ہے کہ حضور ﷺ کی نظر حضرت زینب رضی اللہ عنہا پر پڑ گئی تھی، جس کی وجہ ان کی محبت آپ ﷺ کے دل میں گھر کر گئی (ثم وقع بصره عليها بعد حين فوقع في نفسه حبّها، ص ۴۰۲) تو کیا جواب ہوگا آپ کے پاس؟ آخر آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ ''اپنی محبت'' سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے؟ اگر آپ کہیں کہ خان صاحب کے عقائد یا تفسیری اقوال تو ہمارا جواب بھی یہی ہے کہ ''رستہ'' سے مراد ''احکام شریعت'' کا رستہ ہوگا تفاسیر اور ان حضرات کی کتب کی روشنی میں۔

پھر ہم نے شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حوالہ پیش کیا تھا:

یعنی و در یافت ترا راہ گم کردہ پس راہ نمود ترا و بیان''، (تفسیر عزیزی: ۲/ ۲۲۰)

ظالم آدمی اس میں صاف طور پر ترجمہ ''راہ گم کردہ'' کیا ہوا ہے، جواب دو اس میں اور اکابر دیوبند کے ترجمہ میں کیا فرق ہے؟ اگر شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ ''راہ گم کردہ'' رستہ بھٹکا ہوا سے یہ شیطانی مفہوم آپ کے ذہن میں نہیں آتا تو دوسرے مترجمین کا کیا قصور ہے؟

پھر ہم نے شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ، شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ جس کی توثیق خان صاحب بریلوی نے بھی کی تھی پیش کی موصوف ان سب کو ہضم کر گئے۔

مولوی حشمت علی رضوی کا حوالہ پیش کیا، موصوف نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا!......مولوی نقی علی خان کا حوالہ پیش کیا اس کا جواب بھی ہضم!......یہ کھلی منافقت کیوں؟...... ایک ترجمہ علمائے دیوبند کریں تو اعتراض وہی ترجمہ مولوی حشمت علی رضوی، مولوی نقی علی خان کریں، مولانا شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کریں، مولانا شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کریں، حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کریں، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کریں تو تمہاری ناکوں پر جوں تک نہ رینگے؟؟......فیاللعجب

پھر رستہ بھٹکے ہوئے کو آپ اس تفسیر پر بھی تو محمول کر سکتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچپن میں رستہ گم کر گئے تھے، جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے، بہر صورت ایک ہی کوڑھ مغزی کرنا کہ کسی طرح مسلمانوں کو گستاخ بنا کر کافر کرسکو آخر کیوں ضروری ہے؟

ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا:

ووجدك بين أهل الضّلال فعصمك من ذلك وهداك إلى الإيمان، (تفسیر خازن)

اب آپ ہی کی الٹی سوچ کا مظاہرہ......جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایمان ہی کا پتہ نہ تھا تو غار حراء میں کیا کرنے جاتے؟......سجدے کس کو کرتے؟

ایک بریلوی مولوی لکھتا ہے:

''اعلیٰ حضرت......اپنی کتاب استمداد (ص ۱۵۰) پر وہابیہ کا عقیدہ بیان کیا ہے کہ وہ وحی سے پہلے معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد سرکار علیہ السلام کو مومن بھی تسلیم نہیں کرتے''، (تحقیقات: ۳۷۵)

گویا رضا خانیوں کے ہاں یہ عقیدہ وہابیہ کا اور کفریہ ہے اب ملاحظہ ہو کہ وہ وہابی کون تھے؟۔امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فَاعْلَمْ أَنَّ بَعْضَ النَّاسِ ذَهَبَ إِلَى أَنَّهُ كَانَ كَافِرًا فِي أَوَّلِ الْأَمْرِ، ثُمَّ هَدَاهُ اللّٰهُ وَجَعَلَهُ نَبِيًّا، قَالَ الكلبي:

وَجَدَكَ ضَالًّا يَعْنِي كَافِرًا فِي قَوْمٍ ضُلَّالٍ فَهَدَاكَ لِلتَّوْحِيدِ، (تفسیر کبیر: ۳۱/ ۱۹۷)

اس کا ترجمہ ہم رضا خانی حضرات پر چھوڑتے ہیں کہ وہ اپنی انصاف پسندی کا ثبوت دیتے ہوئے اسکے ترجمہ سے اپنے قارئین کرام کو آگاہ کریں!

بندے نے جب اسی عبارت کے متعلق موصوف کو فون کیا تو موصوف کی بولتی بند ہوگئی اور کہا کہ پہلے عبارت پیش کرو، یعنی اگر اپنے آدمی کی ہوگی تو فتوی نہیں لگاؤں گا دیوبندی کی ہوگی تو اس سے بڑا کافر کوئی نہیں معاذ اللہ، لعنت ایسی منافقت پر۔

اس مردود قول کو نقل کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ آخر سارا نزلہ صرف علمائے دیوبند ہی پر کیوں؟؟

اصول مفروضوں پر قائم نہیں ہوتے

بریلویوں نے یہ نرا اصول نکالا ہے کہ چونکہ دیوبندیوں کے عقائد گستاخانہ ہیں اس لئے یہ جو کہیں گے وہ گستاخی ہوگی ہمارے عقائد گستاخانہ نہیں، لہذا ہم جو کہیں گے وہ درست ہوگا۔

تو ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) دیوبندی گستاخ ہیں اس کی دلیل کیا ہے؟ اگر کہو کہ ہم نے یا اعلیٰ حضرت نے دیوبندی عبارات پر اعتراضات کئے تو ہم جواب دیں گے:

''یہ بات یاد رہے کہ اعتراضات سے کوئی چیز بھی محفوظ نہیں''، (کنز الایمان اور مخالفین: ۷)

پھر اعتراضات تو ہم بھی تمہاری عبارات وعقائد پر کرتے ہیں، تمہاری گستاخیوں پر کتب شائع ہو چکی ہیں، لہذا تم بھی گستاخ ہوئے، بلکہ تمہاری گستاخیوں پر تو خود تمہارے معتبر علماء کتب شائع کر چکے ہیں، تفصیل میری کتاب دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد دوّم کے مقدّمہ میں ملاحظہ ہو۔

اگر تم جواب دو کہ ہم نے اپنی عبارتوں کے جواب دیے ہیں تو ہم جواب میں کہیں گے کہ ہم نے بھی اپنی عبارتوں کے جواب دیے ہیں، اگر تم کہو کہ تمہارے جواب درست نہیں، تو ہم کہیں گے کہ تمہارے جواب بھی درست نہیں، ھلمّ جرًّا......

غرض یہ کہ دیوبندی معاذ اللہ گستاخ ہیں اس لئے ان کی صحیح بات بھی گستاخی ہوگی محض مفروضہ ہے اور اس

کی زد میں خود بریلوی بھی ہیں!!

مولوی سعید اسد نے اس اصول کو تسلیم نہیں کیا

پھر ہم نے اس سلسلے میں بریلوی مناظرِ اسلام مولوی سعید اسد فیصل آبادی سے رابطہ کیا کہ یہاں کچھ بریلوی کہتے ہیں کہ چونکہ دیوبندی گستاخ ہیں اور ہم گستاخ نہیں، سنّی صحیح العقیدہ ہیں، لہذا دیوبندی اگر نبی کریم ﷺ کی گستاخی کریں گے تو کافر ہمارے متعلق تاویل کی جائے گی۔

تو مولوی سعید اسد نے اس کی تردید کی کہ یہ کوئی اصول نہیں، نبی کریم ﷺ کی ذات کا مسئلہ ہے اس میں اپنا پرایا نہیں، اگر بریلوی صحیح العقیدہ ہیں تو دیوبندی بھی تو پہلے مسلمان تھے وہ کافر ہی گستاخیوں کی وجہ سے ہوئے ہیں، اگر بریلوی بھی ایسا کوئی کام کرے تو فوراً توبہ کرے اگر توبہ نہیں کرے گا تو تکفیر کی جائے گی، (مفہوم آڈیو کال)

یہ ریکارڈنگ نیٹ پر بھی موجود ہے اور ہم سے طلب بھی کی جا سکتی ہے، تو جنابِ من آپ کے مولوی آپ کے اس اصول کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں۔

لو جی یہ بہانہ بھی ختم کیے دیتے ہیں!

علمائے دیوبند کے تراجم پر اعتراض کرتے ہوئے مفتی فیض احمد اویسی صاحب اس کی وجہ لکھتے ہیں کہ دیوبندیوں نے یہ گستاخانہ تراجم معاذ اللہ کیوں کیے:

''ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کو نبوت چالیس سال بعد ملی، اس سے قبل آپ کو یہ علم تک نہ تھا کہ آپ نبی بنیں گے''، (کنزالایمان پر اعتراضات کے جوابات: ۷۲)

یہی عقیدہ بریلوی اشرف العلماء مولوی اشرف سیالوی صاحب کا تھا، اس کی کتاب پر کئی بریلوی مولویوں کی تقاریظ ہیں، اس کی تائید میں کئی بریلوی مولویوں نے لکھا تو جن عقائد پر تم علمائے دیوبند کو مطعون کر رہے ہو اس کے دفاع اور ثبوت میں پوری پوری کتابیں تمہارے گھرے سے لکھی جا چکی ہیں تو تم تو رجسٹرڈ شدہ گستاخ ٹھہرے!! ہے کوئی جواب؟؟

جاھلًا کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف

فریق مخالف کو آج "راہ بھٹکا ہوا" پر عجیب عجیب مفہوم سوجھ رہے ہیں، لیکن موصوف ملّا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کیا کہیں گے، جو لکھتے ہیں:

ووجدك ضالّا ای جاهلًا. (شرح الشفاء:۱/ ۵۲و۹۵)

یاد رہے ہم پر اعتراض کرنے کی ضرورت نہیں کہ تمہارے نزدیک یہ گستاخی ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ ہمارے متعلق تو یہ آپ تسلیم کر چکے ہیں کہ ہم فتوی لگاتے ہوئے یا ترجمہ کا معنی کرتے ہوئے مترجم یا قائل کی نیت وعقیدے کا بھی لحاظ کرتے ہیں، مسئلہ تو آپ کا ہے کہ قائل کا نظریہ اور عقیدہ کچھ بھی ہو اس پر فتوی لگے گا، نیز آپ یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ عرف میں اگر گستاخی ہوگی تو ہم فتوی لگائیں گے تو جواب دیں کہ کیا عرف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جاہل کی نسبت گستاخی ہے یا عین مدح؟؟

ذو معنیٰ لفظ

ہم نے ضیاء القرآن، تفسیر نعیمی، تفسیر حسنات، خزائن العرفان کے حوالہ جات پیش کئے تھے کہ جس میں ترکِ ادب کا وہم بھی ہو یا ایسے الفاظ ہوں جو ایک پہلو سے گستاخی ایک سے صحیح ہوں تو ایسا ذولفظ بولنا بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں جائز نہیں۔

موصوف اس کے جواب میں زرقانی کا حوالہ پیش کرتے ہیں کہ عرف میں اگر گستاخی پر محمول ہوسکتا ہے تو گستاخی ہے ورنہ نہیں۔

اس پر پہلی گذارش تو یہ ہے کہ ہم حوالہ آپ کے اکابر کا پیش کر رہے ہیں اور اس کی توجیہ زرقانی سے دی جارہی ہے۔ آپ اپنے ان اکابر کا حوالہ پیش کریں کہ انہوں نے کہا ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ایسے الفاظ استعمال کرنا جائز ہے جو لغوی اعتبار سے گستاخی بنتا ہو۔ گستاخی تب ہوگی جب عرف سے گستاخی بنے۔

حیرت ہے ہمارے اکابر کے متعلق تو خود اُن کی اپنی یا اُن کے شاگردوں اور ماننے والوں کی توجیہات بھی قابل قبول نہیں اور اپنی گردن پھنسی تو زرقانی یاد آگیا، پھر عرف میں کس نے محض "بے خبر" یا "راہ بھٹکا ہوا" کے الفاظ کو گستاخی کہا ہے؟ پھر بندے نے جو محاسبۂ دیوبندیت کا حوالہ دیا ہے اس نے تو

عرف کی بھی بیخ کنی کر دی کیونکہ ''راعنا'' کا لفظ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عرف میں گستاخی شمار نہیں ہوتا تھا تبھی تو وہ حضور ﷺ کے لیے اس لفظ کو استعمال کرتے۔

موصوف نے اس حوالے سے جتنی خامہ فرسائی کی وہ سب جہالت پر مبنی ہے، اس لیے کہ ہماری یہ گفتگو تمہارے اصول کی بنیاد پر تھی، ہمارا اس سے متفق ہونا ضروری نہ تھا، علمائے دیوبند کی عبارات کو گستاخانہ ثابت کرنے کے لیے عرف، لغت اور ذو معنیٰ یاد آجاتا ہے تو اپنی باری میں آئیں بائیں شائیں کیوں؟

پھر موصوف یہ بھی لکھتے ہیں کہ کسی سنّی عالم نے اگر کوئی ایسا ترجمہ کیا ہو تو اسے مجازی معنیٰ پر محمول کریں گے تو مجازی معنیٰ پر محمول تبھی کریں گے جب عرف میں معنیٰ درست نہ ہو، اب ایک جگہ عرف پر گستاخی کا کہہ رہے ہو اور دوسری جگہ عرف میں اسی گستاخی کی تاویل کا کہہ رہے ہو، یعنی کوئی قاعدہ و اصول نہیں بس بریلوی علماء و اکابر بچ جائیں اس کے لیے جس قسم کی منافقت و تضاد بیانی کرنا پڑے وہ آپ لوگوں کے لیے جائز ہے!!......فیاللعجب

ایک بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''توحید کے علمبرداروں کے ترجمہ قرآن سے نہ تو خداوند قدّوس کی تقدیس محفوظ رہی اور نہ ہی رحمتِ کائنات علیہ الصلاۃ والسلام کی عظمت، اگر کوئی نومسلم ایسے مترجمین قرآن کے ترجمہ کو پڑھے گا تو وہ کیا محسوس کرے گا کہ یہ اسلام کیسا دین ہے کہ جس میں ''خدا بھی مکر کرتا ہے'' نعوذ باللہ...... ''دغا بھی دیتا ہے''...... ''داؤ بھی کرتا ہے''...... ''بھول بھی جاتا ہے''......سب فریب اس کے ہاتھ میں ہے تو تصوّر فرمائیں خدا کے بارے میں اس کا کیا نظریہ ہوگا جو حقانیتِ اسلام سے متاثر ہو کر اپنے مذہب کو تو چھوڑ چکا کیا، خدا کے بارے میں یہ جان کر کہ مسلمانوں کا خدا مکر کرتا ہے، بھول بھی جاتا ہے، داؤ بھی کرتا ہے وہ اسلام میں رہے گا؟''، (معارف رضا، کنز الایمان نمبر: ۱۹۲)

بریلوی شیخ الحدیث والتفسیر فیض احمد صاحب لکھتے ہیں:

''اگر کوئی سطحی طور (پر) ان کا سادہ ترجمہ دیکھے گا تو لازماً گمراہی کا شکار ہوگا اگر غیر مسلم پڑھے گا تو یا اس کی گمراہی میں اضافہ ہوگا ورنہ کم از کم اسلام کے محاسن کو قبائح تصور میں لائے گا اور سمجھے گا جب ان کا قرآن اللہ تعالیٰ اور انبیاء کی بے ادبی و گستاخی سکھاتا ہے تو ایسے اسلام کو دور سے سلام''، (کنز الایمان پر اعتراضات کے جوابات: ۲۶)

سورہ فتح کی آیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ترجمہ پڑھنے والوں کی گمراہی کا کون ذمہ دار ہے؟''، (کنزالایمان پر اعتراضات کے جوابات:۳۲)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''ناظرین ان پر بلا امتیاز مسلک و مذہب غور فرمائیں آیتِ اوّل میں ان مترجمین نے اپنے ترجموں میں ایسے الفاظ استعمال کیے کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ کو معاذ اللہ خطا کار اور قصوروار بناڈالا ذرا غور کیجئے ان غیر محتاط تراجم کے مطالعہ سے ایک عام مسلمان یا ایک غیر مسلم کیا تاثّر لے سکتا ہے یہی کہ معاذ اللہ خود حضور ﷺ کا دامن بھی خطاؤں اور گناہوں اور قصوروں سے پاک نہ تھا، کیا یہ تراجم دشمنانِ اسلام کے ہاتھ میں اسلام اور اہل اسلام کے خلاف ایک مضبوط ہتھیار تھما دینے کے موجب نہیں ہوں گے؟''، (کنزالایمان پر اعتراضات کے جوابات:۷۴-۷۵)

لیجئے! آپ کے بڑوں نے علمائے دیوبند کے تراجم پر یہ فتوے لگائے ہی اسی بنیاد پر کہ معاذ اللہ عرف میں اُن کا معنیٰ گستاخانہ ہیں اور عوام کے بھٹکنے کا اس سے اندیشہ ہے، پس اب وہ ترجمہ کوئی بریلوی بھی کرے گا تو خود آپ کی تحریر کی روشنی میں عرف کی وجہ سے گستاخی کی وجہ سے گستاخ ٹھہرے گا۔

عجیب جہالت اور کوڑھ مغزی

ہماری گفتگو اس پر تھی کہ ''بے خبر'' کے لفظ پر جو رضاخانیوں نے فتوے لگائے ہیں اس کا ثبوت دیا جائے اور پھر اس کی زد میں جو لوگ آرہے ہیں ان کے بارے میں حکم واضح کیا جائے، وہ تو موصوف نہ کرسکے، الٹا قرطبی، تفسیر کبیر، عزیزی اور روح المعانی وغیرہ سے ضآلّا کا معنیٰ محبّت لکھ کر یہ دعویٰ کردیا کہ:

''ثابت ہوا کہ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ باقی تراجم پر فوقیت رکھتا ہے''، (کنزالایمان اور مخالفین:۱۷۶)

حالانکہ خود موصوف نے قرطبی کے حوالے سے اس کو قیل سے تعبیر کیا، جو قول کے ضعیف ہونے کی واضح علامت ہے، مفسر ابن کثیر جیسے مفسّر نے تو اس قول کو نقل کرنا بھی گوارا نہ کیا، علّامہ ماوردی نے اس آیت کی تفسیر میں اُنّیس (۱۹) اقوال ذکر کیے، خان صاحب بریلوی کی توجیہ کو سب سے آخر میں جگہ دی، پھر خود امام قرطبیؒ نے اُس قول کو پسند کیا جس میں اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جس طرح بیابان میں تنہاء درخت ہوتا ہے آپ ﷺ بھی مکّہ میں تنہا ہدایت پر تھے اور آپ کے ذریعہ سے جہاں کو ہدایت ملی، (قرطبی: ۱۰/۳۴۱)

لہٰذا فوقیت کا دعویٰ کرنا تحکّم و سینہ زوری ہے، مطالعہ بریلویت کا حوالہ نقل کرنے میں بھی بریلی کی اعلیٰ حضرتی کا ثبوت دیا مکمل عبارت اس طرح ہے:

''اب رہا خود رفتہ تو بھٹکے ہوئے کے مقابلے میں یہ لفظ نرم ضرور ہے، مگر فرہنگِ آصفیہ میں خود رفتہ کے یہ معنیٰ لکھے ہیں، آپے سے باہر، مدہوشی و بے خبری اس اعتبار سے خود رفتہ میں بھی خاصی حد تک وہی معنیٰ موجود ہیں، جسے بقول مصنف مولانا احمد رضا خان منصب نبوت کے شایان شان نہیں سمجھتے''، (مطالعۂ بریلویت: ۷ / ۳۲۳)

علّامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مولوی احمد رضا خان صاحب کے ترجمہ کو فوقیت نہیں دے رہے ہیں، بلکہ اس پر ردّ کر رہے ہیں، نرم کے معنیٰ سے ہر گز فوقیت ثابت نہیں ہوتی، ایک آدمی کسی کو کہے کہ آپ فلاں کے مقابلے میں نرم ہیں جیسے موم جہاں جس طرف چاہا موڑ دیا؟ اب بتائیے! کیا یہ مدح ہے؟ حضرت ڈاکٹر صاحب نے جو بات کی وہ تاکید الذم بما یشبه المدح کی قبیل سے ہے (کسی عالم سے اس کا مطلب پوچھ لینا) اور آپ کی زبان میں:

''جس کو بخاری صاحب نے طنزاً کارِخیر سے تعبیر کیا''، (کنز الایمان اور مخالفین: ۵۰)

تو یہاں بھی نرم طنزاً کہا کہ ایسے نرم کا کیا فائدہ، جس کا وہی معنیٰ بنتا ہو جس پر اعتراض ہے۔

مولانا محمّد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ضالّ کا ایک معنیٰ محبّت لکھا، جو دیگر مفسرین نے بھی کیا، اس سے خان صاحب بریلوی کی فوقیت کیسے ثابت ہوگئی؟ خود انہوں نے اس آیت کا ترجمہ ''اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ دی''، سے کیا۔

غرض فاضل بریلوی کے اس ترجمہ کی دیگر تراجم پر فوقیت بالکل بھی موصوف ثابت نہ کر سکے۔

تفسیر جلالین جس کے بارے میں فاضل بریلوی و دیگر کا فتویٰ ہے کہ صرف راجح قول کو لیتے ہیں اس میں اس آیت کی تفسیر میں ہے:

وَوَجَدَكَ ضَالًّا عَمَّا أَنْتَ عَلَيْهِ مِنَ الشَّرِيعَةِ فَهَدٰى أَيْ هَدَاكَ اِلَيْهَا۔

اور یہی ترجمہ حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ دیگر تراجم پر فوقیت رکھتا ہے۔

مغفرتِ ذنب

آیتِ مذکو رمیں "ذنب" کا لفظ اپنے حقیقی معنیٰ میں استعمال نہیں ہوا اور ترجمہ کرتے وقت اس کے حقیقی مراد کو سامنے رکھا جائے گا، لیکن اگر کوئی لفظی ترجمہ کر بھی دے تو اس پر گستاخی کا فتویٰ نہیں، (کنزالایمان اور مخالفین، ص ۱۷۷)

جواب: ہم نے

۱/النجوم الشہابیہ سے ۵۴ بریلوی علماء		۲/فیصلہ کیجئے
۳/مناظرہ گستاخ کون؟		۴/محاسن کنزالایمان

کے حوالے پیش کیے کہ نبی کریم ﷺ کی طرف ذنب کی حقیقی نسبت یعنی "گناہ" کرنا گستاخی ہے۔

اسی طرح غلام مہر علی صاحب نے

۵/عصمۃ النبی ﷺ

میں اس کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کرنے پر پوری کتاب لکھی کہ یہ گستاخی ہے۔

۶/محاسن کنزالایمان،		۷/فاضل بریلوی اور کنزالایمان،
۸/لذنبک،		۹/غوث اعظم اور اعلیٰ حضرت،
۱۰/مواخذۃ التبیان،		۱۱/مواخذہ معرکۃ الذنب

کے مرتّبین یا مؤلّفین نے بھی ذنب یا گناہ کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کرنے کو گستاخی کہا ہے، مزے کی بات یہ کہ اِن میں سے اکثر کتابیں اپنے ہی بریلوی مولویوں کے خلاف لکھی گئی ہیں، جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے!!

اسی طرح صاحبزادہ ابوالخیر لکھتے ہیں:

"اس فرقے کا عقیدہ اور نظریہ یہ ہے کہ آیتِ مبارکہ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ میں جو ذنب کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حضور کی طرف کر دی ہے، اس کا ترجمہ اور تشریح کرتے وقت خواہ ذنب کے کوئی سے بھی معنیٰ لئے جائیں اس کی کوئی سی بھی تاویل کی جائے، بہرحال لفظ ذنب یا اس کا ترجمہ گناہ یا خطاء وغیرہ سے کر کے اس کی نسبت حضور کی طرف قائم رکھنا یہ غلط ہے، بلکہ سنگین بے ادبی،

گستاخی، جہالت اور گمراہی ہے"، (مغفرت ذنب: ۳)

یہ عقیدہ کہ ذنب کی نسبت حضور ﷺ کی طرف کرنا یا گناہ و خطاء کی نسبت حضور ﷺ کی طرف کرنا گستاخی و بے ادبی ہے یہ تمام بریلوی عوام و خواص کا عقیدہ ہے۔

مفتی محمد رمضان لکھتے ہیں:

"ذنب، ذنب ہی رہے گا، ذنب ہر حال میں ذنب ہے، گناہ ہے جس سے اللہ کا ہر نبی و رسول پاک ہے"، (معارفِ رضا کنز الایمان نمبر: ۱۵۹)

یہ سارے مولوی تو کہہ رہے ہیں کہ ذنب کا لفظی ترجمہ یعنی گناہ کرنا نبی کریم ﷺ کے لیے گستاخی و کفر ہے لیکن موصوف کہتے ہیں کہ یہ نہ تو گستاخی ہے نہ کفر، لہٰذا ان تمام علماء کے فتوؤں سے خود کافر و گستاخ ہوئے۔

عرف میں گناہ سے مراد

موصوف کے نزدیک کوئی چیز گستاخی تب ہی شمار ہوگی جب عرف میں گستاخی ہو، لغوی یا حقیقی مراد خواہ کچھ بھی ہو تو سنئے مولوی عبد المجید سعیدی لکھتے ہیں:

"گناہ کے الفاظ کو بار بار علی الاطلاق بول کر اسے رسول اللہ ﷺ کی ذات والا صفات سے نسبت دی، جو بہت بڑا جرم ہے، کیونکہ عرف میں لفظ "گناہ" کو جب علی الاطلاق بولا جائے تو تبادُراً اس سے کبیرہ یا صغیرہ ہی مراد ہوتا ہے......پس اس لفظ کے سنتے ہی ذہن فوراً ان دو قسموں (کبیرہ اور صغیرہ) میں سے کسی ایک کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور عوام اس سے یہی سمجھتے ہیں کہ اس سے مقول لہ کی طرف کبیرہ یا صغیرہ کی نسبت کی جا رہی ہے، جو عوام کے لیے یقیناً پریشانی اور گمراہی کا باعث ہے"، (کنز الایمان پر اعتراضات کا آپریشن: ۵۹-۶۰)

اور پھر آگے لکھتے ہیں:

"صاحبزادہ موصوف نے یہ اقدام کر کے ان واضح قرآنی ارشادات کی صریح خلاف ورزی کی ہے، جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کا ہر حوالے سے ادب کرنے کا امر فرمایا ہے"، (کنز الایمان پر اعتراضات کا آپریشن: ۶۱)

پس معلوم ہوا کہ ذنب کا لفظی ترجمہ یعنی گناہ کرنا نبی کریم ﷺ کے لیے، یہ آپ ﷺ کے ادب کے

خلاف ہے اور گستاخی ہے اور عوام کو گمراہی میں ڈالنا ہے، مگر آج کے یہ رضاخانی ہماری مضبوط علمی گرفت سے حواس باختہ ہو کر کہتے ہیں کہ اس پہ گستاخی کا فتویٰ نہیں، کیوں؟ کیونکہ اب اپنے (بریلوی) لوگوں کی ہی گردن پھنس گئی ہے، تو انھیں بچایا کیسے جائے!!

یاد رہے کہ مولوی عبد المجید سعیدی صاحب نے یہاں یہ نہیں کہا کہ چونکہ صاحبزادہ ابو الخیر سنّی عالم ہیں، لہٰذا گناہ کی تاویل کی جائے گی، بلکہ واضح فتویٰ دیا کہ قرآن کی ان آیات کی خلاف ورزی کی، جس میں نبی کریم ﷺ کے ادب کا ذکر ہے، گویا نبی کریم ﷺ کی بے ادبی کی، اب میرا بریلوی مفتیان سے سوال ہے کہ تم ذرا جواب دو کہ ایک سنّی عالم اگر نبی کریم ﷺ کی بے ادبی وگستاخی کر دے تو اس پر کیا فتویٰ ہے؟

ایک اور رضاخانی مولوی صاحب لکھتے ہیں:

''یہاں بھی ان مترجمین نے خطاؤں کو حضور ﷺ کی ذات سے منسوب کر دیا، ان غیر محتاط مترجمین کے تراجم سے یہ تأثّر پیدا ہوتا ہے کہ معاذ اللہ حضور ﷺ سے پہلے بھی گناہ سرزد ہوتے رہے ہیں اور بعد میں بھی''، (فیضان اعلیٰ حضرت: ۴۰۲)

گویا ان تراجم سے تأثّر ہی یہ پھیل رہا ہے کہ حضور ﷺ سے گناہ سرزد ہوتے تھے، لہٰذا ان کا ترجمہ کرنے والا کوئی بھی ہو، جب عرف میں وہ گستاخی شمار ہوگا تو گستاخی کا فتویٰ لگے گا اور موصوف یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام سے گناہ کبیرہ کا صدور گستاخی ہے (یہ تاویل نہیں چلے گی کہ میں نے فتوے نہیں لگائے، آپ (رضا خانی مضمون نگار) نے یہ مضمون میرے (یعنی ساجد نقشبندی کے) مضمون کے جواب میں لکھا ہے اور میں نے جو فتوے پیش کیے آپ کی یہ گفتگو اسی کی توجیہ میں ہے)

دوسری تاویل:

''ہم پہلے واضح کر آئے ہیں کہ ترجمہ میں حقیقی اور مجازی معنیٰ کی وضاحت عقیدہ کرتا ہے...... جب کسی اہلِ سنّت عالم نے انبیاء کی طرف ذنب کی نسبت کی ہے تو اس سے مراد مجازی معنیٰ ہوگا یعنی صورۃِ ذنب، خلافِ اولیٰ وغیرہ، لیکن اگر یہ کام دیوبندی کریں تو حقیقی معنیٰ مراد لیا جائے گا، کیونکہ حضرات انبیاء سے گناہ کا صدور مانتے ہیں، (کنز الایمان اور مخالفین: ص ۱۷۷)

اور پھر آگے ذنب کا حقیقی معنیٰ لکھتے ہیں:

''یہاں نانوتوی صاحب انبیاء سے دروغ صریح یعنی جھوٹ کا صدور مان رہے ہیں جو گناہِ کبیرہ ہے،

اس لیے جب دیوبندی حضرات ترجمہ میں گناہ کا لفظ لکھیں گے تو اس سے مراد معنیٰ حقیقی ہوگا''، (کنزالایمان اور مخالفین: ص ۱۷۸)

پہلا جواب تو یہ ہے کہ آپ کے مولوی ابوالخیر زبیر، مولوی غلام رسول سعیدی صاحبان نے اس کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کی اور آپ کی طرف سے معرکۃ الذنب، لذنبک، مواخذۃ التبیان جیسی کتب لکھی گئیں۔

بریلوی مولوی صاحب لکھتے ہیں:

''جن (مولوی غلام رسول سعیدی) کے ردّ میں جواباتِ رضویہ از عالم ربانی محقّق لاثانی علاّمہ غلام مہر علی اور کتاب معرکہ ذنب از علاّمہ غلام مہر علی منصّہ عام پر پیش ہوئی''، (معارف رضا کا کنزالایمان نمبر: ۱۶۰)

لہذا یہ کہنا کہ یہ ان کا ذاتی نظریہ ہے مردود ہے، ان کے نظریہ کو آپ کے مولویوں کی تائید حاصل ہے، پھر اگر اس طرح ذاتی نظریہ کہہ کر کسی بھی بات سے جان چھڑائی جا سکتی ہے تو میں کہوں گے کہ آپ نے جو اپنی اس کتاب میں لکھا ہے وہ سب آپ کا یا آپ کے چند مولویوں کا ذاتی نظریہ ہے، پہلے اپنے جمہور علماء سے اس کتاب کی تائید لکھوا کر لائیں، تا کہ کل کو ہم اسی طرح کا کوئی حوالہ پیش کریں تو یہ کہہ کر کوئی ردّ نہ کر دے کہ یہ اُن کا ذاتی نظریہ ہے، اس کے بعد ہم آپ کی کتاب کا جواب دیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب اس میں ذاتی یا جمہور کے خلاف کا کیا معنیٰ ؟ کل کو کوئی کہہ دے کہ میں معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں مانتا تو آپ یہ کہیں گے کہ یہ ان کا ذاتی نظریہ جمہور سے ہٹ کر ہے؟

آنجناب کی کتاب پر تقریظ لکھنے والے جناب کاشف اقبال مولانا عبد الماجد دریا آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر نہیں کی، اب یہ پورے مسلک دیوبند سے الگ رائے ہے آپ کے اصول کے مطابق اِسے اُن کے ذاتی تفرّد اور مخالفتِ جمہور پر محمول ہونا چاہیئے تھا، مگر اس ایک قول کی بنیاد پر پوری دیوبندیت اور قادیانیت کا معاذ اللہ گٹھ جوڑ ثابت کرنے بیٹھ گئے، یہاں آپ کو اپنا خود ساختہ یہ اصول یاد نہیں آیا؟؟

آپ نے اپنی کتاب کے ص ۱۴ پر خضر حیات مماتی کی کتاب کے حوالہ دیا اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ثابت ہوا کہ دیوبندی ایک فتنہ ہے، (ملخّصاً کنزالایمان: ۱۵)

جب ایک مماتی، پنج پیری، معتزلی (جسے بالاتفاق علمائے دیوبند نے اہل السنّۃ سے خارج قرار دیا ہے

) کی بات پر پورا مسلکِ دیوبند معاذ اللہ فتنہ ثابت ہوسکتا ہے تو مولوی غلام مہر علی کی بات سے تمہارے مولوی گستاخ کیوں ثابت نہیں ہوسکتے ؟؟

اگر کہو کہ مماتی کو دیوبندیوں نے دیوبندی تسلیم کیا تو یہ بھی دجل وفریب ہے، لیکن سرِ دست اس کے جواب میں عرض ہے کہ مماتیوں کو تو دیوبندیوں نے بالفرض دیوبندی بھی تسلیم کیا ہو تو اس کی بات پر پورا مسلک معاذ اللہ فتنہ بن جائے تو مولوی غلام مہر علی جس کو تمہارے لوگوں نے اپنا اکابر اور مناظرِ اسلام لکھا اس کے فتوے پر گستاخی کیوں نہیں بنے گی؟؟

اس کے بعد اب دو باتیں ہیں یا تو آپ لوگ علی الاطلاق ذنب کی نسبت کو نبی کریم ﷺ کی طرف کرنے کو گستاخی کہتے ہیں، جیسا کہ ہم نے ما قبل میں بیان کیا، لہٰذا یہ تاویل کہ عقیدہ بدلنے سے حکم بدل جائے گا نِری گلو خلاصی ہے یا پھر آپ کے یہ مولوی بھی نبی کریم ﷺ سے گناہِ کبیرہ کا صدور مانتے ہیں تبھی تو آپ کے لوگوں نے ان پر فتوے لگائے تو پھر واویلا صرف ہم پر کیوں؟؟

پھر تمہارے ایک مولوی صاحب لکھتے ہیں:

''ذنب گناہ، جرم اور بد عملی کو کہا جاتا ہے...... ہر نبی و رسول ذنب، اثم، جرم، اور معاصی سے پاک اور مبرّا اور معصوم ہوتا ہے...... مذکورہ حوالہ جات سے آپ نے دیکھ لیا ذنب اور عصمت ایک دوسرے کی ضد ہے، ذنب والا معصوم نہیں اور معصوم ذنب والا نہیں مذنب نہیں''، (معارف رضا کنز الایمان نمبر: ۱۵۸)

پس جب آپ کے نزدیک ذنب کا لفظ ہی عصمتِ رسول ﷺ کے خلاف ہے تو یقیناً جنہوں نے ذنب کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی وہ آپ ﷺ کو معصوم نہیں مانتے، اب جو اعتراض آپ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمّد قاسم نانوتوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے کرکے علمائے دیوبند کو اس ترجمہ کی وجہ سے موردِ الزام و گستاخ ٹھہرا رہے تھے وہی آپ کے گھر سے نکل آیا، یہاں یہ تاویل بھی نہیں چل سکتی کہ دیوبندیوں کو سامنے رکھ کر کہا جا رہا ہے، کیونکہ یہ ساری گفتگو مولوی غلام رسول سعیدی صاحب کے ردّ میں کی جارہی ہے۔

رہا تصفیۃ العقائد کی عبارات تو اس کا منہ توڑ جواب ہم دفاع اہل السّنۃ جلد اوّل میں دے چکے ہیں۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمّد قاسم نانوتوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جو عبارت پیش کی اس میں بھی بدترین دجل کیا اور وہ رضا خانی ہی کیا جو دجل وفریب سے کام نہ لے، مکمّل عبارت اس طرح ہے:

’’پھر دروغ صریح بھی کئی طرح پر ہوتا ہے، جن میں سے ہر ایک کا حکم یکساں نہیں، ہر قسم سے نبی کو معصوم ہونا ضروری نہیں اگرچہ ہمارے پیغمبر ﷺ سب ہی سے محفوظ رہے ہوں‘‘، (تصفیۃ العقائد: ۲۹)

مغفرتِ ذنب والی آیت حضور ﷺ ہی کے بارے میں ہے اور نبی کریم ﷺ کے بارے میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت کردی کہ آپ ﷺ دروغ سے معصوم ہیں، جس کو فریق مخالف نے گناہِ کبیرہ لکھا لہٰذا ہم بھی حضور ﷺ سے دروغ صریح (بالفاظ فریق مخالف گناہ کبیرہ) کا صدور نہیں مانتے تو ہمارے متعلق بھی اس آیت کے وہی معنی کیسے جائیں گے جو بریلوی علماء کے متعلق فریق مخالف کرنے کی کوشش کررہا ہے۔

پھر اس کا ایک الزامی جواب یہ بھی دیا جاسکتا ہے کہ صاحبزادہ ابو الخیر کا حوالہ جو ہم نے مسلکِ اعلیٰ حضرت میں پیش کیا، اسے موصوف نے ان کی ذاتی رائے پر محمول کیا، اسی طرح مولوی غلام مہر علی صاحب کی رائے کو ان کی ذاتی رائے قرار دیا تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ بالفرض حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے وہی مفہوم نکلتا ہو، جو موصوف نے نکالا تب بھی یہ ان کی ذاتی رائے ہوگی تو اس پر پوری جماعت کو کیسے آپ ہی کے اصول کے مطابق مطعون کیا جاسکتا ہے؟؟

الکوکبۃ الشہابیۃ

اس کے متعلق موصوف کہتے ہیں کہ وہاں دیوبندی تراجم پر ردّ ہے تو ہمارا یہ دعویٰ کب ہے کہ بریلوی تراجم پر ردّ ہے؟ ہمارا مدّعیٰ تو یہ تھا کہ آپ کے نزدیک ذنب وگناہ کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کرنا ہی گستاخی رسول ﷺ کفر ومخالف عصمت نبی ہے، لہٰذا جو حوالہ جات ہم نے ذکر کیے وہ سب اس کی زد میں آئیں گے۔

یہ خود ساختہ اصول بھی نہیں چلے گا کہ دیوبندی کریں گے تو گستاخی ہوگی بریلوی کریں گے تو گستاخی نہیں ہوگی، اس لیے کہ آپ ہی کے مسلک کے لوگوں نے اپنے ہی ہم مسلک لوگوں کے خلاف، جواباتِ رضویہ ،معرکۃ الذنب ،لذنبک وغیرہ جیسی کتب لکھ کر اس تاویل کا بھُرکس نکال دیا ہے کہ خواہ گناہ و ذنب کی نسبت کرنے والا کوئی بھی ہو وہ گستاخ ہی ہوگا۔

مولوی احمد سعید کاظمی لکھتے ہیں:

’’ہمارا مسلک:

مسئلۂ تکفیر میں ہمارا مسلک ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ جو شخص بھی کلمۂ کفر بول کر اپنے قول یا فعل سے التزامِ کفر کر لے گا تو ہم اس کی تکفیر میں تامّل نہیں کریں گے، خواہ وہ دیوبندی ہو یا بریلوی، لیگی ہو یا کانگریسی، نیچری ہو یا ندوی۔ اس بارے میں اپنے پرائے کا امتیاز کرنا اہلِ حق کا شیوہ نہیں''۔
(الحق المبین: ٣٦-٣٧)

لیجئے جناب! آپ کے تمام کیے کرائے پر مولوی سعید کاظمی صاحب نے پانی پھیر دیا، گستاخی کوئی بھی کرے اپنا یا پرایا، دیوبندی یا بریلوی، اپنے پرائے کی کوئی تمیز نہیں یہی آپ کا مسلک ہے، مگر آج منافقت کی انتہاء کرتے ہوئے یہ اصول گھڑتے ہوئے انہیں ذرا شرم نہیں آتی کہ اگر دیوبندی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حق میں کچھ کہیں گے تو وہ معاذ اللہ گالی بن جائے گا اور ہم (بریلوی) اگر بولیں گے تو وہی گالی عین اسلام بن جائے گی؟ آج تک عوام کی آنکھوں میں یہی دھول جھونکتے رہے کہ ہمارا دیوبندیوں سے اختلاف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ناموس پر ہے ہم اس کو برداشت نہیں کر سکتے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی توہین ہمارا باپ بھی کرے تو ہم معاف نہیں کریں گے۔ اور علمائے دیوبند یہی کہتے رہے کہ ان کا دیوبندیوں سے اختلاف صرف تعصّب، ضد اور ہٹ دھرمی کی بنیاد پر ہے، جس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ان کا اپنا کوئی بڑا کتنا ہی بڑا کفر کر لے ان کے منہ سے ایک لفظ نہیں نکلتا، آج ہماری مضبوط علمی گرفت سے ان کی یہ منافقت کھل کر سامنے آ گئی کہ ہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی گستاخی کوئی بریلوی کرے تو ہم اس کو گستاخ نہیں کہیں گے لیکن دیوبندی اگر صحیح بات بھی کر دے تو ہم اُسے چھوڑنے والے نہیں!!

مولوی اشرف سیالوی صاحب کے خلاف چھ سات کتب آ چکی ہیں کہ گستاخ ہے، مولوی غلام رسول سعیدی صاحب کو گستاخ کہا گیا، صاحبزادہ مولوی ابو الخیر زبیر صاحب کو گستاخ کہا گیا، مولوی شاہ تراب الحق قادری صاحب کو گستاخ کہا گیا، مولوی حسن علی رضوی صاحب کو گستاخ کہا گیا، مولوی نعیم الدین مراد آبادی صاحب پر کفر کے فتوے لگے، مولوی احمد رضا خان صاحب اور ان کی اولاد پر ان کی زندگی ہی میں کفر کے فتوے لگے، اِن تمام کی تفصیل اپنی کتاب دفاع اہل السنۃ والجماعہ جلد دوّم کے مقدّمہ میں مَیں عرض کر چکا ہوں تو اگر معاذ اللہ دیوبندی گستاخ ہیں اس لئے ان کی صحیح بات بھی گستاخی پر محمول ہوگی تو تمہاری گستاخیوں پر بھی تو کتب لکھی جا چکی ہیں پھر تمہارا ذنب گستاخی پر محمول کیوں نہیں ہوگا؟؟ بیّنوا تؤجروا۔

یہ کہنا کہ دیوبندی چونکہ انبیاء سے گناہِ کبیرہ کا صدور مانتے ہیں، اس لئے ان کا ذنب وگناہ حقیقی مراد ہی پر

محمول ہوگا اس لئے گستاخ ہیں تو مولوی عبدالمجید سعیدی صاحب کے حوالے سے ہم نقل کر چکے ہیں کہ ''ذنب وگناہ'' سے عرف میں عوام گناہِ کبیرہ ہی مراد لیتی ہے اور موصوف یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ عرف کی بنا پر گستاخی بنے گی، لہٰذا جس جس نے نبی کریم ﷺ کی طرف ذنب یا گناہ کی نسبت کی وہ سب باعتبار بریلوی اصول حضور ﷺ سے گناہ کا صدور مانتے ہیں، لہٰذا عصمتِ انبیاء کے منکر ہو کر بریلوی حضرات بھی ذنب وگناہ کا حقیقی مرادی معنیٰ ہی تسلیم کرتے ہیں۔

پھر بریلویوں نے ساتھ یہ بھی تو لکھا کہ اگر یہ تراجم دشمنان اسلام کے ہاتھ لگ جائیں تو وہ حضور ﷺ کا کیسا تصوّر کریں گے؟ تو دشمنانِ اسلام کے ہاتھ کیا صرف دیوبندی ترجمہ لگے گا؟ عیسائی اور یہودیوں کو کیا علم کہ گناہ کا معنیٰ مجازی کیا ہوتا ہے اور حقیقی کیا ہوتا ہے؟ دیوبندیوں کے کیا عقائد ہیں اور بریلویوں کے کیا؟ لہٰذا یہ سب ان رضاخانیوں کی خود ساختہ تاویلات ہیں، بریلوی حضرات نے جہاں جہاں ان تراجم پر اعتراض کیا اس میں کہیں اس تقسیم کو ملحوظ نہیں رکھا جو آج یہ بریلوی مجیب صاحب کر رہے ہیں۔

پھر خود الکوکبۃ الشہابیۃ میں اس تاویل کا ردّ ان الفاظ کے ساتھ ہیں:

''ایک شبہ کا ازالہ:

دیوبندیوں کی طرف سے یہ فتویٰ پڑھ کر سنّیوں کو بہکانے کے لیے کہا جائے گا کہ ان ترجموں کا ردّ کیا اور غلطیاں بتائیں اور ان پر احکام شرعیہ بیان کیے، مگر جناب شاہ رفیع الدّین صاحب دہلوی اور شاہ عبد القادر صاحب دہلوی کے ترجموں کی غلطیاں کیوں بیان نہ کیں اور نہ اُن پر فتویٰ لگایا۔

جواب اس کا یہ ہے کہ شاہ صاحبان کی طرف جو ترجمے منسوب ہیں ان میں یہ الفاظ یا ان سے قریب قریب ہیں، لیکن ان دونوں صاحبان اور شاہ عبد العزیز صاحب و شاہ ولی اللہ صاحب کی جملہ تصانیف ان وہابیوں دیوبندیوں کے ہاتھوں اور ان کے ذریعے سے پہنچی ہیں جن میں ان وہابیوں دیوبندیوں نے اپنے کفریات کی موافقت و تائید کی عبارتیں بڑھائیں اور عقیدوں کے خلاف عبارتوں کو گھٹایا، اس تصرف کے بعد شاہ صاحبان اربعہ کی کتابیں ہم سنّیوں تک پہنچیں تو اس الحاق کے بعد شاہ صاحب پر فتویٰ تو نہیں ہوسکتا''۔ (الکوکبۃ الشہابیۃ: ۷۲-۷۳)

تبصرہ: ملاحظہ فرمائیں بریلوی مولوی نے یہ نہیں کہا کہ شاہ صاحبان پر فتویٰ اس لئے نہیں لگا رہے ہیں کہ ان کا ذنب یا مکر سے مراد کچھ اور ہے اور دیوبندیوں کا کچھ اور، بلکہ چونکہ یہ کتب ہم تک دیوبندیوں

کے واسطے سے پہنچی ہیں اس لیے اس میں تصرف ہوا ہے، معلوم ہوا کہ اگر شاہ صاحبان کی غیر تصرف شدہ کتب میں اس قسم کی باتیں بقول بریلویہ ہوتی تو ان پر بھی فتویٰ لگتا، اس قسم کی کوئی تفریق نہ کی جاتی جو موصوف کو آج سوجھ رہی ہے۔

مولوی غلام نصیر الدین سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

''ان تصریحات سے واضح ہوگیا کہ صریح الدلالت الفاظ جو بے ادبی وگستاخی پر دلالت کریں ان کا عمداً اور بلا جبر و اکراہ بارگاہِ نبوی میں استعمال باوجود یہ معلوم ہونے کے کہ یہ الفاظ توہین وتحقیر پر دالّ ہیں کفر ہے، ان میں توجیہ وتاویل کا کوئی جواز نہیں اور اس میں مراد متکلم نہ ہونے والا عذر قابل قبول نہیں ہے، نیز الفاظ میں معانئِ وضعیہ کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ عرفِ عام میں ان کا جو مطلب ومفہوم ہوگا اسی پر حکم صادر ہوگا''،
(عباراتِ اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ: حصہ اوّل، ۲۵)

لیجئے جناب! مولوی اشرف سیالوی صاحب کہتے ہیں نہ لغوی معانی کا اعتبار، نہ قائل کی مراد وعقیدہ کا اعتبار جیسا کہ یہ رضاخانی کہہ رہا ہے، بلکہ عرف کو دیکھا جائے گا، اگر عرف میں معنیٰ بے ادبی والا ہے تو اس پر گستاخی کا فتویٰ لگے گا اور ہم نے ماقبل میں ناقابل تردید دلائل پیش کردیے کہ عرف میں ذنب کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کرنا گستاخی ہے، لہٰذا غیرت کرو اور اپنے ان علما کو رجسٹرڈ شدہ جہنمی تسلیم کرلو!!

ہمارے پیش کردہ تفسیری حوالہ جات کے جواب میں موصوف کہتے ہیں:

''لہٰذا ان کی پیش کردہ عبارات ہمارے خلاف نہیں ساجد صاحب کو چاہیئے تھا کہ کوئی ایسی عبارت پیش کرتے، جس میں لفظ گناہ کی نسبت حقیقی معنیٰ میں موجود ہوتی، مگر جناب ایسا ایک حوالہ بھی پیش نہیں کرسکے''،
(کنز الایمان اور مخالفین: ۱۸۱)

پھر وہی پرانا ڈھکوسلا ہم واضح کرچکے ہیں کہ بریلوی مذہب میں گناہ و ذنب کا لفظ ہی عصمتِ انبیاء کے مخالف ہے اور اِسی بنیاد پر بریلویوں کا فتویٰ ہے، لہٰذا ہمارے پیش کردہ حوالہ جات بریلوی فتاویٰ جات کی زد میں ہیں، جس کا کوئی جواب موصوف کے پاس نہیں۔

ہم بھی تمہیں چیلنج کرتے ہیں کہ جن دیوبندی اکابر کے تراجم پر تم نے گستاخی کے فتوے لگائے، ثبوت دو کہ وہ ذنب کو اس کے حقیقی معنیٰ میں مراد لیتے ہیں!!......ھل من مبارز!

پھر بریلویوں نے خطاء کا ترجمہ کرنے پر بھی گستاخی کے فتوے لگائے تھے، ہم نے اس بناء پر مولوی احمد رضاخان صاحب بریلوی کا ترجمہ سورۃ الشعراء بطور الزام پیش کیا تھا، جس کی صاف وضاحت وہاں موجود ہے، اس کے جواب میں اسے مستقل اعتراض بنا کر اس کا جواب دینا دجل وفریب کے سوا کچھ نہیں، اس رضاخانی ہی کی کتاب میں ہے:

''دیوبندی مولویوں کی لیاقت کا یہ عالم ہے کہ علمائے اہلسنّت دیوبندیوں کے ردّ میں کتب میں دیوبندیوں پر نقد کی عبارات میں الزامی اور تحقیقی نقد کو سمجھنے کی صلاحیت سے بھی محروم ہیں تو پھر ان کی اوقات علمی کا اندازہ لگانا کسی بھی سلیم العقل کے لیے مشکل نہیں''، (کنزالایمان اور مخالفین، ص ۱۲)

لہذا ایک الزامی حوالہ پر یہ عنوان قائم کرنا:

''اعلیٰحضرت کے ترجمہ پہ اعتراض کا جواب''، (کنزلایمان اور مخالفین، ص ۱۸۱)

اس رضاخانی کی علمی لیاقت کا پتہ دیتی ہے، بہرحال خان صاحب یہاں خطاء سے جو بھی مراد لیتے ہوں ہمیں اس سے غرض نہیں، جب خطاء کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کرنا ہی گستاخی ہے تمہارے مذہب میں تو مولوی احمد رضاخان صاحب پر گستاخی کا فتوی لگاؤ!!! اگر خزائن العرفان وغیرہ کے حاشیوں سے ترجمے کی وضاحت کرنی ہے تو پھر ہم پر فتوے لگاتے ہوئے ہمارے حاشیہ کیوں چیک نہ کیے؟؟

مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کی کتاب علمی محاسبہ کے جتنے بھی حوالے پیش کیے، وہ سب مودودی کے خلاف ہے اور یہ اصول تو موصوف تسلیم کر ہی چکے ہیں کہ عقیدہ بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے، لہذا مودودی صاحب چونکہ عصمتِ انبیاء کے قائل نہ تھے لہذا وہ جب گناہ کی نسبت انبیاء کی طرف کریں گے تو اس سے آنجناب کی اصطلاح میں معنیٰ حقیقی ہی مراد ہوگا، لیکن جب علمائے دیوبند جو عصمتِ انبیاء کے قائل ہیں گناہ کی نسبت انبیاء کی طرف کریں گے تو اس سے آنجناب کی اصطلاح میں معنیٰ مجازی مراد ہوگا، لہذا علمی محاسبہ کے حوالہ جات ہمارے خلاف نہیں۔

مولوی فیض احمد اویسی بریلوی نے رضاخانی تاویل کا بھُرکس نکال دیا

مولوی فیض احمد اویسی علمائے دیوبند اور دیگر کے تراجم پر اعتراض اور انہیں گستاخانہ ذکر کر کے لکھتے

ہیں:

''مانا کہ مترجمین کا یہی عقیدہ ہے کہ نبی پاک ﷺ گناہ وخطاء وقصور سے معصوم ہیں قبل از نبوت بھی صغائر سے بھی کبائر سے بھی، لیکن ترجمہ کو عام آدمی پڑھے گا اور صرف ترجمہ سے تو لازما یہی سمجھے گا کہ (معاذاللہ) نبی علیہ السلام ہماری طرح عام بشر ہیں، جیسے ہم سے گناہ وخطاء وقصور سرزد ہوتا ہے تو توبہ وغیرہ سے معاف ہو جاتا ہے، یونہی نبی علیہ السلام کا حال ہے، صرف فرق یہی ہے کہ نبی ہیں انہیں بلاتوبہ معاف کیا جارہا ہے اور ہم امّتی ہیں ہمارے گناہ وخطاء وقصور توبہ سے معاف ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ، ان تراجم میں نبی پاک ﷺ کی عصمت پر حملہ ہوا''۔ (کنزالایمان پر اعتراضات کے جوابات: ۷۵)

لو جی آپ کے شیخ الحدیث والتفسیر نے تمام تاویلات کا بھرکس نکال دیا، آپ کا یہ کہنا کہ بریلوی چونکہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے قائل ہیں، وہ انبیاء سے گناہِ کبیرہ کا صدور نہیں مانتے، اس لیے وہ اگر گناہ کا ترجمہ کریں تو ٹھیک اور دیوبندی چونکہ انبیاء علیہم السلام سے گناہِ کبیرہ کا صدور مانتے ہیں، اس لیے وہ اگر گناہ کا ترجمہ کریں گے تو گستاخ۔

اوّلاً تو اس نے یہ کہہ دیا کہ اگر حضور ﷺ کی عصمت کا قائل ہو (جیسا کہ موصوف کہہ رہے ہیں کہ ہم قائل ہیں، لہٰذا ہماری گستاخی نہیں بنے گی) تب بھی ایسا ترجمہ کرنے والا حضور ﷺ کی عصمت کا منکر اور کافر ہے۔

ثانیاً بریلوی معترض کے اس اعتراض کا جواب بھی ہو گیا کہ دیوبندی معاذاللہ حضور ﷺ سے گناہِ کبیرہ کا صدور مانتے ہیں، مولوی فیض احمد اویسی صاحب نے واضح کر دیا کہ دیوبندی حضور ﷺ کی عصمت کے قائل ہیں، آپ سے گناہ تو دور خطاء وقصور کا صدور بھی نہیں مانتے، اسے کہتے ہیں ؎

کیا خوب کہ اپنا پردہ کھولے
جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

نیز رضاخانی کیبنٹ لکھتی ہے:

''قارئین کرام! ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے اپنے گناہ اور گستاخیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے دیوبندی حضرات کی تکفیر کی، جبکہ دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ انگریز کی ایماء پر تکفیر کی، یہ متضاد باتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ یہ صرف الزام تراشی ہے اور کچھ نہیں''۔ (کنزالایمان اور مخالفین: ۲۰۱)

اب موصوف کہتے ہیں کہ علمائے دیوبند معاذ اللہ عصمتِ انبیاء کے قائل نہیں اور مولوی فیض احمد اویسی صاحب کہتے ہیں کہ قائل ہیں تو آپ ہی کی زبانی یہ متضاد باتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ آپ کی یہ ساری خامہ فرسائی صرف اور صرف الزام تراشی ہے اور کچھ نہیں!!

جاء الحق کا جواب

اس کے جواب میں موصوف کہتے ہیں کہ اس میں امکان کی بات ہے وقوع کی نہیں۔

''حضرت والا کو پتہ ہونا چاہیئے کہ ''امکان وقوع کو لازم نہیں''، (فتاوی رشیدیہ: ۲۰)''، (کنز الایمان اور مخالفین: ۱۸۷)

جی جی جناب حضرت والا کو بالکل پتہ ہے، مگر کیا کیا جائے کہ نہ آپ کو اور نہ آپ کے بڑوں کو اس کا پتہ چل سکا کہ امکان وقوع کو لازم نہیں، اس لیے وہ امکانِ کذب کو وقوعِ کذب ہی پر محمول کرتے رہے، چنانچہ اسی قسم کے اصول کے جواب میں مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے لکھا:

''لاجرم امکانِ کذب ماننے والا اپنے رب کو واقعی کاذب مانتا ہے''، (فتاویٰ رضویہ: ۱۵/ ۳۴۶)

پس معلوم ہوا کہ ''امکان'' والا ''وقوع'' کا بھی قائل ہوتا ہے اور آپ مفتی احمد یار گجراتی کی عبارت میں امکان مان چکے ہیں، جو مستلزم ہے وقوع کو، لہٰذا معلوم ہوا کہ مفتی صاحب کے نزدیک گناہِ کبیر انبیاء سے صادر ہوئے ہیں، لہٰذا اب بریلوی حضرات کے نزدیک بھی جن جن لوگوں نے گناہ کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کی، اس سے مراد گناہ کا حقیقی مرادی معنیٰ ہی ہوگا، کیونکہ انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کے صدور کے قائل بریلوی بھی ہیں، نیز جب یہاں مفتی صاحب کی عبارت میں ''ہو سکتے ہیں'' امکان پر محمول کیا جا سکتا ہے نہ کہ وقوع پر تو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں:

''معصوم ہونا ضروری نہیں''

کو بالفعل وقوع پر کیسے محمول کر دیا؟؟ مثلاً میں کہوں: ''مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کا زنا و چوری سے محفوظ رہنا ضروری نہیں''، تو کیا اس کا یہ مطلب لیا جائے گا کہ ان سے زنا و چوری کا صدور ہوا ہے؟؟

نواب احمد رضا خان لکھتے ہیں:

''اتقیٰ کے لیے ضروری نہیں کہ وہ تمام اوقات میں اتقیٰ ہو''، (فتاویٰ رضویہ: ۲۸/ ۶۰۸)

اب کیا بریلوی اصولوں کے مطابق جن اوقات میں وہ اتقیٰ نہیں ان اوقات میں اس سے زنا، چوری اور جھوٹ کا صدور ہوتا ہے؟؟

پھر بندے نے منہ مانگا انعام اس اصول پر دیا تھا کہ بریلویوں کے نزدیک انبیاء کی طرف ذنب وگناہ کی نسبت کرنا انبیاء کو گناہ گار تسلیم کرنا ہے اور مفتی احمد یار گجراتی صاحب کی عبارت کی رو سے انبیاء اگر ایک آن کے لیے بھی گناہ گار ہوں تو معاذ اللہ حزب الشیطان میں داخل ہوں گے، ہمارا منہ مانگا انعام اِسی سے متعلق تھا جو اَب تک برقرار ہے موصوف اس کا تو کوئی جواب نہ دے سکے، اس انعام کو جاء الحق کے صفحہ نمبر ۴۳۴ سے متعلق کر دیا، اب اس کو سوائے دجل کے اور کیا کہا جا سکتا ہے؟؟

موصوف نے گناہِ کبیرہ کے صدور کا امکان انبیاء سے مان لیا ہے، حالانکہ انہوں نے خود کہا:

''اگر ہم کبیرہ کو جائز قرار دیں تو ان سے کفر بھی جائز ہوگا''۔ (ترجمہ تمہید ابوشکور: ۱۶۷)

اس ترجمہ کی تیاری اور کتاب کی تائید میں کئی بریلوی شریک ہیں، اب یہاں جواز یعنی امکان پر کہا جا رہا ہے کہ اگر کبیرہ جائز تو کفر بھی جائز ہوگا، کیوں جناب! کیا آپ انبیاء علیہم السلام سے کفر کے صدور کے جواز کے بھی قائل ہیں؟؟ اور جواز آپ کے مذہب میں وقوع ہوتا ہے تو گویا آپ انبیاء علیہم السلام سے کبیرہ کے وقوع کے ساتھ کفر کے وقوع کے بھی قائل ہو گئے، معاذ اللہ۔ لہٰذا یہ گندے عقیدے تمہارے ہیں تم جب ترجمہ کرو گے تو اس کا معنیٰ کفریہ ہی لیا جائے گا تمہارے گندے عقیدوں کی وجہ سے، اور جب علمائے دیوبند معنیٰ کریں گے تو اس کا معنیٰ مجازی لیا جائے گا۔

سیدھے رستے پر چلا

اس پر رضاخانیوں کا اعتراض تھا کہ دیوبندیوں کو اب تک سیدھا رستہ معلوم ہی نہیں ہوا، جو دعا مانگ رہے ہیں، ہم نے اِس اعتراض کے جواب میں تقریباً چھ صفحات پر مشتمل تحریر پیش کی ہے اور ناقابل تردید دلائل سے ثابت کیا کہ یہ اعتراض نری جہالت ہے۔

موصوف اس میں سے کسی کو بھی غلط ثابت نہ کر سکے، الٹا یہ خامہ فرسائی شروع کر دی کہ اعلیٰ حضرت نے جو ترجمہ کیا ہے وہ زیادہ صحیح ہے، بلکہ دلچسپ بات یہ کہ جلالین کا حاشیہ ہمارے ہی مدّعیٰ پر ترجمہ (موصوف عالم نہیں مگر حیرت ہے کہ ان کے نام کے ساتھ پھر بھی مولانا لکھا جاتا ہے) نہ سمجھنے کی وجہ سے پیش کر دیا

عبارت کا مطلب و مفہوم بنتا ہے کہ:

''اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہدایت کی طلب کرنا حالانکہ وہ تو پہلے سے ہدایت یافتہ ہے تحصیل حاصل ہے تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے یہاں دعا سے مراد ہدایت کے رستے پر ثابت قدم رہنا ہے یا ہدایت کے اگلے مرتبہ کے حصول کی دعا ہے۔

تو یہی ہم رضاخانیوں کو بتلانا چاہتے ہیں کہ بتلا ہم کو سیدھی راہ سے مراد یہ نہیں کہ دیوبندی اب تک بھٹکے ہوئے ہیں بلکہ ہدایت کے جو مزید مراتب ہیں ان کو طلب کرنا مراد ہے۔

موصوف نے مختلف تفاسیر پیش کر کے جس میں اس سے مراد ہدایت پر ثابت قدم رہنا ہے، لکھا ہوا ہے اور پھر یہ کہنا کہ یہ معنیٰ مولوی احمد رضا خان صاحب کے ترجمہ ہی سے صادق آسکتا ہے، (ملخصا: ۱۹۰-۱۹۱)

یہ اس وقت ہمارا موضوع نہیں، نیز موصوف کا یہ دعویٰ بھی نرا دعویٰ ہی ہے، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ ایک آدمی سیدھے رستے پر چل رہا ہو، مگر علم نہ ہونے کی وجہ سے عمل الٹے کر رہا ہو، جیسے بریلوی نام تو رسول اللہ ﷺ کے رستے کا لیتے ہیں، نام تو شریعت کا لیتے ہیں، جو یقیناً ہدایت کا رستہ ہے، مگر کام شیطان کو راضی کرنے والے کرتے ہیں!!

موصوف کا یہ کہنا کہ:

''جناب عبدالرشید لاہوری لکھتے ہیں: ''یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ جس طرح محض راہ دیکھ لینا شریعت کی نگاہ میں قابل اعتبار نہیں جب تک اس پر چلا نہ جائے اور عمل نہ کیا جائے''، (تقابلی جائزہ: ۲۰)

لہذا ثابت ہوا کہ اگر اس کا ترجمہ راستہ بتلا کیا جائے تو یہ درست نہیں، کیونکہ راستہ دیکھنا بغیر عمل کے قابل اعتبار نہیں اور اس سے نہ چلنا لازم آتا ہے''، (کنز الایمان اور مخالفین: ۱۹۱)

یہاں بھی پوری عبارت نقل نہ کر کے حضرت قاری عبد الرشید صاحب مرحوم کی مراد کو بالکل مسخ کر دیا ہے۔ حضرت نے کئی صفحات پر اس حوالے سے تفصیلی کلام کیا، اوّل حضرت خان صاحب اور حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ دونوں کے ترجمہ کو صحیح قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ محض راہ دیکھ لینا بھی کافی نہیں اور محض راہ پر چلنا بھی کافی نہیں، حق والوں کا راستہ دیکھ لیا مگر اس پر چلا نہیں تب بھی خُسران، اسی طرح عمل شروع کر دیا مگر پشت پر علم صحیح نہیں تو بھی درست نہیں، (ملخصا، تقابلی جائزہ: ۲۰-۲۱)

پھر آگے اس کو واضح کیا کہ جب دونوں ترجمہ صحیح ہیں تو حضرت شیخ الہند نے ''دکھا سیدھا رستہ'' ترجمہ کیوں

کیا؟ چلا سیدھا رستہ کیوں نہیں کیا؟ تو فرماتے ہیں کہ مفسّرین نے فرمایا ہے کہ سورہ فاتحہ میں جو اھدنا کی دعا ہے اس کا جواب سورہ بقرہ میں اور دعا اور جواب دعا کا ربط اسی صورت میں ہوگا جب یہاں بتلا ہم کو سیدھا رستہ ترجمہ کیا جائے تو سوال ہوگا کہ سیدھا رستہ ہے کیا؟ دکھائی کیسے دے گا؟ تو آگے سورہ بقرہ میں اس دعا کا جواب موجود ہے: ''اس کتاب میں کچھ شک نہیں راہ بتلاتی ہے ڈرنے والوں کو''، (تفصیل کیلئے تقابلی جائزہ: ۲۱ تا ۲۳)

تو حضرت نے جو ترجمہ کیا اس سے دعا اور جوابِ دعا میں ربط پیدا ہوگیا، مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کی دعا میں یہ ربط مفقود ہے۔

موصوف کہتے ہیں کہ قاری صاحب نے جو یہ اعتراض کیا کہ اس عمل کا شرعاً اعتبار نہیں جس کی پشت پر علمِ صحیح نہ ہو تو اگر قاری صاحب ذرا غور کیا ہوتا تو انہیں یہ اشکال ہرگز پیش نہیں آتا کیونکہ قرآن کی اگلی آیت اس شبہ کا ازالہ کر رہی ہے کہ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنی ان لوگوں کا رستہ جن پہ انعام ہوا''، (ملخصاً کنزالایمان اور مخالفین: ۱۹۱-۱۹۲)

جناب جی کاش کہ آپ دوسروں کو غور و فکر کی دعوت دینے کے بجائے خود بھی غور کرتے، اس لیے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے اس آیت کا ترجمہ یہ کیا:

''راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا''، (کنزالایمان)

خان صاحب نے اس ترجمہ میں ذوی العقول اور غیر ذوی العقول دونوں کو داخل کر دیا، کیونکہ اللہ کا احسان غیر ذوی العقول جانوروں، چرند پرند، نباتات اور جمادات پر بھی ہے، اب مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کے بقول ہمیں ان جیسوں کے رستے پر چلا، جو ہرگز قرآن کا مفہوم نہیں، اِسی لیے تو قاری عبدالرشید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا کہ محض رستے پر چلنا کافی نہیں۔

موصوف کو شاید خود بھی اس ترجمہ کی کمزوری کا احساس تھا، اس لیے ترجمہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی سے مختلف کیا۔

پھر صفحہ ۱۹۳ تا ۱۹۴ اس پر سیاہ کیے کہ دیابنہ نے اعلیٰ حضرت کی پیروی کی، خدا کے بندے کس نے کس کی پیروی کی یہ ہمارا مضمون ہی نہیں تھا، اس پر لکھنا تھا تو الگ سے لکھتے۔ ہم نے تمہارے اعتراض کا جواب دیا ہے، جس کا کوئی جواب آپ کے پاس نہیں! اس لیے ادھر ادھر کی ہانک کر صفحات کو سیاہ کیا جا رہا ہے، یہ کہنا بھی

جہالت ہے کہ ان لوگوں نے اعلیٰ حضرت کی پیروی کی، اوّل تو ہم جب دونوں ترجموں ہی کو درست سمجھتے ہیں اور بقول تمہارے شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی چلا ہم کو سیدھا رستہ اور بقول فتح محمّد جالندھری ''ہم کو سیدھا رستے پر چلا'' اور مفسّر حقّانی ''ہم کو سیدھے رستہ پر چلا''، (مخالفین کنز الایمان: ۱۹۳)، کیا ہے تو یہ کہنا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کی پیروی کی، سوائے دجل وفریب کے اور کیا ہے؟؟ کسی دیوبندی نے اگر پیروی کی تو ان کی پیروی کی، مولانا عبد الماجد دریا آبادی صاحب نے جو ترجمہ کیا: ''چلا ہم کو سیدھا رستہ'' وہ بعینہٖ آپ کا پیش کردہ شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ ہے تو مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کی پیروی کہاں سے؟؟

موصوف نے خود تسلیم کیا کہ:

''اعلیٰ حضرت سے پہلے شاہ برادران اور ان کے علاوہ ڈپٹی نذیر اور تھانوی صاحب کا ترجمہ موجود تھا''، (کنز الایمان اور مخالفین: ۵۷)

اور حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے مکر کا ترجمہ کیا:

''اور وہ تو اپنی تدبیر کر رہے تھے اور اللہ میاں اپنی تدبیر کر رہے تھے اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے''۔ (بیان القرآن سورہ انفال آیت نمبر ۳)

''مکر'' کا ترجمہ ''تدبیر'' مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے بھی کیا تو کیا فاضل بریلوی نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی کی؟

پھر رضا خانی کیبنٹ نے جو صِرَاطَ الَّذِیْنَ کا ترجمہ کیا وہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ اور حضرت شیخ الاسلام صاحب زید مجدہ کے آسان ترجمہ قرآن سے ملتا جلتا ہے تو کیا رضا خانیوں نے اُن کی پیروی کی؟؟

یہی حال دیگر حوالہ جات کا ہے، بات صرف راجح مرجوح کی ہے، کسی کے نزدیک ''سیدھا رستہ دکھا دے'' راجح ہے، کسی کے نزدیک ''سیدھا رستہ پر چلا دے'' راجح ہے، ہماری ساری گفتگو اس بنیاد پر تھی کہ سیدھا رستہ دکھا دے کو آپ کے لوگوں نے گمراہی پر محمول کیا اور پھر ہم نے حوالہ جات کے ڈھیر لگا دیے کہ اس فتوے کی زد میں یہ سب آرہے ہیں، رضا خانیوں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا، الٹا مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کے ترجمہ کی ترجیح پر کمر بستہ ہو گئے، اسے کہتے ہیں:

سوال گندم جواب چنا

متکلم اسلام کے دروسِ قرآن کا جو حوالہ پیش کیا، اس کے لیے حضرت متکلم اسلام کو مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کا ترجمہ دیکھنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ شرح تہذیب کے مقدّمہ میں اراۃ الطریق وایصال الی المطلوب کی بحث موجود ہے، پھر وہاں حضرت گھمّن ترجمہ نہیں کر رہے ہیں تفسیر کر رہے ہیں، دونوں کے اصول الگ الگ ہیں، مجالس متکلمِ اسلام کا یا دیگر حوالہ جات دیے، وہ بھی ہمارے مخالف نہیں، اس لیے کہ ہم یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ چاہے دکھاؤ ترجمہ کرو چاہے چلاؤ دونوں درست ہیں، اصل مسئلہ تو یہ تھا کہ بریلوی حضرات نے جو فتوے لگائے ان کو ثابت کرتے، جو رضا خانی حضرات نہ کر سکے، اور نہ آئندہ کی امّید ہے!!

مکر کا ترجمہ

ہم نے اس عنوان سے بریلوی اعتراضات نقل کیے تھے کہ بریلویوں کے بقول اللہ کی طرف مکر کی نسبت کرنے سے معاذ اللہ اللہ کا مکّار غیرہ ہونا لازم آتا ہے، اس پر ہم نے حوالہ جات پیش کیے کہ کن کن لوگوں نے مکر کی نسبت اللہ کی طرف کی، موصوف نے اس کا تو کوئی جواب نہ دیا، سوائے اس کے کہ جن لوگوں نے مکر کی نسبت کی ہے انہوں نے وضاحت بھی کی ہے تو کیا علمائے دیوبند نے مکر کی وضاحت نہیں کی؟ تو پھر اُن علمائے دیوبند پر فتوے کیوں؟؟

موصوف کو چاہیئے تھا کہ مکر پر جو انہوں نے فتوے لگائے، اس کو صحیح ثابت کرتے، الٹا مکر کا معنیٰ تدبیر نقل کرنا شروع کر دیا خدا کے بندے اس کا کون منکر ہے؟؟

نیز شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ہم نے اسی مکر کے لفظ کو نقل کیا، جسے رضا خانی گیارہویں شریف کا حلوہ سمجھ کر ہضم کر گئے، یہ کیا اصول ہے کہ جس حوالے کا جواب نہ آتا ہو اسے ہاتھ بھی نہ لگاؤ؟؟

پھر جب خود رضا خانی یہ لکھتے ہیں:

''اگر کوئی لفظی ترجمہ بھی کر دے تو اس پر گستاخی کا فتوی نہیں جیسا کہ شارح بخاری لکھتے ہیں: ''بہت سے مترجمین نے اس آیت میں ذنب کا ترجمہ گناہ ہی کیا ہے ترجمے میں کلمات قرآنی کا لفظی ترجمہ جائز ہے''، (فتاویٰ شارح بخاری: ۱/ ۳۶۴)

لہٰذا صرف لفظی ترجمہ کرنے پر اعتراض ہرگز نہیں''، (کنز الایمان اور مخالفین: ۱۷۷)

جب ترجمہ میں لفظی ترجمہ کرنا بھی جائز ہے تو مکر کا ترجمہ بالفرض دھوکا ہی کر دیا گیا ہوتا تب بھی آپ کے مذہب کے مطابق اعتراض نہیں بنتا، لیکن یہاں تو ترجمہ بھی نہیں کیا، اصل لفظ کو جوں کا توں نقل کر دیا اس پر بھی فتوے چل رہے ہیں، جہاں تک مولانا عبد الحمید سواتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ بعض اوقات مکر کے لفظ سے غلط فہمی ہوتی ہے تو وہ بالکل ٹھیک کہا، وہ غلط فہمی بریلوی جیسے کج فہموں کو ہوتی ہے، اس لیے اگر مکر کا ترجمہ خفیہ تدبیر یا تدبیر کر دیا جائے جیسا کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے کیا، تب بھی ہمیں کوئی اعتراض نہیں، بات تو ان فتوؤں کی ہو رہی ہے ۔موصوف نے جتنے تفسیری حوالے پیش کیے جس میں مکر کا معنیٰ خفیہ تدبیر کیا گیا ہے اس میں کہیں بھی اس لفظ کی اللہ کی طرف نسبت پر کفر کے فتوے نہیں ہیں، اگر ہیں تو وہ فتوے ذرا دکھاؤ!!

ہم نے جب وَوَجَدَكَ ضَالًّا پر تفسیری حوالہ جات پیش کیے تو رضا خانی کہتے ہیں:

’’قارئین کرام! جناب نے جتنے بھی حوالے پیش کیے ہیں ان میں سے کسی میں بھی شریعت سے مطلقاً بے خبری کا ذکر نہیں، بلکہ احکامِ شریعت سے بے خبر ہونے کا ذکر ہے‘‘

(کنز الایمان اور مخالفین: ۱۷۱)

تو رضا خانی حضرات جو حوالہ جات پیش کر رہے ہیں، اس میں مکر کا معنیٰ تدبیر ہے، او بھائی!!!! اس پر کس نے بحث کی؟؟ بحث تو آپ کے فتوؤں پر شروع ہوئی اس پر حوالے پیش کریں، اسی کا نام دجل و فریب ہے اور پھر کہتے ہیں کہ ہم نے جواب دے دیا، ہمّت کرو جواب کا جواب الجواب لکھو!!

پھر ہم نے اس پر بطورِ معارضہ ’’استہزاء‘‘ کا لفظ پیش کیا تھا اس پر یہ کہنا کہ جہالت کا ثبوت ہے استہزاء عربی کا لفظ ہے، (کنز الایمان و مخالفین: ۱۹۵)

تو کیا ’’مکر‘‘ یونانی زبان کا لفظ ہے؟ وہ بھی تو عربی ہے، تبسّم شاہ کا یہ کہنا کہ مکر لفظ اردو میں بُرے معنیٰ کے لیے استعمال ہوتا ہے استہزاء نہیں تو یہ بھی ان کی خود ساختہ تقسیم ہے، ہم نے اردو لغت ہی کے حوالے سے استہزاء کے بُرے معنیٰ بھی پیش کیے اور تبسم شاہ کیا ’’بابائے اردو‘‘ ہے جو ان کا حوالہ پیش کیا جا رہا ہے کہ اردو میں کون سے الفاظ اچھے معنیٰ میں مستعمل ہوتے ہیں کون سے بُرے؟

پھر مکر کا معنیٰ اردو میں دھوکا ہی آتا ہو تو جب خود بریلویوں نے اس اصول کو تسلیم کر لیا کہ نسبت سے حکم بدل جاتا ہے تو جہاں لوگ مکر کا معنیٰ دھوکا لیتے ہیں اس سے مراد انسانوں کا مکر ہے؟ کیا کوئی ایک ایسا

مسلمان بریلوی ہمیں دکھایا جاسکتا ہے جو اللہ کے مکر کا معنیٰ معاذ اللہ اللہ دھوکا وفراڈ مراد لیتا ہو؟؟

ایک اور تاویل

اس کیبنٹ کے رضاخانی ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''دیوبندی حضرات نے اپنے مخصوص نظریات کی ترویج کے لیے ترجمۂ قرآن کو مشق ستم بنایا، جس کی ہم سرِدست صرف ایک مثال پیش کرتے ہیں، دیوبندی حضرات کا عقیدہ ہے کہ: ''مقدور العبد مقدور باریؔ تعالیٰ ہے''، (تذکرۃ الخلیل: ۱۴۱)۔ اب اپنے اس عقیدے کو ذہن میں رکھتے ہوئے دیوبندی حضرات نے مکر، ہنسا، بھول جانا جیسے الفاظ کی نسبت اللہ کی طرف کی ہے، کیونکہ ان کے نزدیک اللہ ہر وہ کام کرسکتا ہے جس کو کرنے پر ابن آدم قادر ہے، لہٰذا ان کے تراجم میں اِن الفاظ کی نسبت مجازی نہیں بلکہ حقیقی معنوں میں سمجھی جائے گی، چنانچہ اگر کسی نے دیوبندی ترجمہ پہ گرفت کی ہے تو وہ ان کے نظریہ کو مدّنظر رکھتے ہوئے کی ہے اور بالفرض اگر وہی ترجمہ کسی سنّی عالم دین نے اپنے ترجمۃ القرآن میں کیا ہو تو ہم اس کو مجازی معنیٰ پر محمول کریں گے۔ یہ تمام مذکورہ بالا گفتگو ہم نے دیوبندی حضرات کی عبارات کی روشنی میں کی ہے، جناب قاضی مظہر حسین صاحب لکھتے ہیں: ''یہاں حضرت شاہ عبد القادر صاحب مفسّر دہلوی نے ذنب کا ترجمہ جو گناہ لکھا ہے تو وہ مجازاً اور صورۃً نہ کہ حقیقتاً، کیونکہ محکم آیات سے امام المعصومین ﷺ کا مطلقاً معصوم ہونا ثابت ہوتا ہے اور اُس دور میں چونکہ اہل سنّت والجماعت کے عقائد سے تعلیم یافتہ لوگ کو واقفیت تھے اور علمی طور پر ایسے مسائل حل کیے جاتے تھے، اس لئے ذنب کا معنیٰ گناہ لکھنے سے غلط فہمی کا موقع کم ہوتا تھا''، (علمی محاسبہ: ۲۹۸)

قارئین کرام اس حوالہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ترجمہ قرآن میں عقیدے کا دخل ہوتا ہے اور حکم مترجم کو دیکھ کر لگتا ہے''، (کنز الایمان اور مخالفین: ۷۳-۷۴)

اب عرض ہے کہ دیوبندیوں کے بارے میں تو آپ یہ اصول تسلیم کرچکے ہیں کہ ترجمہ قرآن میں عقیدے کا دخل ہوتا ہے، لہٰذا یہ قاعدہ دیوبندی تراجم کے لیے چلے گا اور ما قبل کی تفصیل سے ہم یہ ثابت کرآئے ہیں کہ بریلوی اس اصول کو تسلیم نہیں کرتے، بلکہ ان کے نزدیک اگر آدمی صحیح العقائد بھی ہو تب بھی چونکہ ایسے ترجمہ سے عوام کے گمراہ ہونے کا اندیشہ ہے، لہٰذا جائز نہیں، بلکہ رسول اللہ ﷺ کی ناموس وعصمت پر حملہ ہے۔

پھر خود تبسّم شاہ بخاری کے حوالے سے موصوف نے لکھا کہ استہزاء کا جو معنیٰ اردو میں ہے اس کی نسبت اللہ کی طرف جائز نہ تھی، اس لئے اعلیٰ حضرت نے اصل لفظ رہنے دیا اور مکر کا معنیٰ بھی چونکہ ہمارے علاقائی زبان میں اچھا نہیں، البتہ اس کا ایک معنیٰ تدبیر بھی ہے اس لئے وہ کر دیا۔ کیونکہ:

''کیونکہ ہم لوگ مکر کو فریب اور دھوکہ کے معنیٰ میں لیتے ہیں، یعنی جب لفظ مکر آتا ہے تو ذہن فوراً دھوکے اور فریب کی طرف منتقل ہوتا ہے...... درحقیقت ہماری بول چال میں لفظ مکر کی نسبت اللہ کی طرف سے اس کی شان میں حرف گیری کے مترادف ہے''، (کنزالایمان اور مخالفین: ۱۹۸-۱۹۹)

دیکھیں تبسّم شاہ نے بھی یہاں حقیقی ومجازی یا مترجم کے عقائد کو لفظ کی تاویل کے لیے علّت نہیں مانا، بلکہ عام بول چال میں اگر وہ لفظ مناسب نہیں تو مترجم کا عقیدہ خواہ کچھ بھی ہو اس لفظ کو ذکر نہیں کیا جائے گا۔

رہی تذکرۃ الخلیل کے حوالے سے مقدور العبد مقدور اللہ والی بات تو اس کا منہ توڑ جواب میں اپنی کتاب دفاع اہل السنّۃ والجماعۃ جلد اوّل میں دے چکا ہوں کہ یہی عقیدہ تمہارا بھی ہے، پس معلوم ہوا کہ اب خود تمہارے اصول سے بھی مکر استہزاء کی نسبت جب اللہ کی طرف ہوگی تو اس سے مراد ان کے حقیقی معنیٰ لیے جائیں گے۔

نیز یہ رضاخانی لکھتے ہیں:

''اگر ہم اعلیٰ حضرت کو معصوم سمجھتے تو علمائے کرام جیسے علّامہ غلام رسول سعیدی اور فتاویٰ نوریہ کے مصنّف اعلیٰ حضرت سے اختلاف کیوں کرتے''، (کنزالایمان اور مخالفین: ۱۶۳)

اب یہی جواب ہم آپ کو دیتے ہیں کہ اگر مقدور العبد مقدور اللہ سے دیوبندی تشبیہ کے قائل ہوتے تو عقیدہ تشبیہ کے ردّ میں اردو عربی کتب کیوں لکھتے؟ عقائد کی کتب میں عقیدہ تشبیہ وتجسیم کا ردّ کیوں کرتے؟ اگر علمائے دیوبند انبیاء علیہم السّلام کے کبائر کا صدور مانتے تو مودودی کے خلاف اِسی مسئلہ پر کتاب کیوں لکھتے؟ پتہ چلا ہمارا ایسا کوئی عقیدہ نہیں، لہذا اس بنیاد پر ہم پر اعتراض کرنا محض جہالت وہٹ دھرمی ہے اور یہ عقائد خود بریلویوں کے ہیں۔

بریلوی فتووں کی زد میں

اس رضاخانی کیبنٹ نے گناہ کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف یا دیگر الفاظ (جن کو بریلوی اکابر نے گستاخانہ وکفریہ کہا ہے) کی نسبت کو جائز اور صحیح لکھا اور ہم ثابت کر آئے ہیں کہ قائل کا عقیدہ خواہ کچھ بھی ہو اس قسم کے الفاظ نبی کریم ﷺ کی طرف کرنے والا گستاخِ رسول ﷺ اور نبی کریم ﷺ کی عصمت پر حملہ کرنے والا ہے اور ظاہر ہے کہ خود بریلویوں کے ہاں اس قسم کی حرکت کرنے والا مرتد اور جہنّمی ہے، لہٰذا:

(۱) یہ جاہل رضاخانی اور اِس کی کتاب پر تقریظ وتبریک لکھنے والے:

(۲) ہاشم رضوی......(۳) سراج اظہر......(۳) کاشف اقبال......(۴) اس کو شائع کرنے والے مولوی مظفر حسین شاہ بریلوی اور دیگر سب مرتد ہو کر جہنّم کا پروانہ اپنے نام کر چکے ہیں۔

بالفرض موصوف یہ کہہ دیں کہ جنہوں نے کفر کا فتوی دیا وہ اُن کا ذاتی نظریہ تھا، تب بھی بریلوی حضرات کا فتوی یہ ہے کہ:

''اختلاف علماء سے بچنے کے لیے اس کے قائل پر تجدیدِ ایمان ونکاح (اگر بیوی رکھتا ہو) کا حکم لگایا جائے گا''۔(فتاویٰ یورپ:۶۱-۶۲)

لہذا فوراً اعلانیہ تجدید ایمان ونکاح کریں اور آئندہ کے لیے سچّی پکّی توبہ کریں!!!!

خلاصۂ کلام

ہمارے سارے مضمون (جو کہ اب رسالے کی شکل میں آپ کے زیرِ نظر ہے) کا مقصد صرف یہ بتانا تھا کہ بریلوی حضرات نے علمائے دیوبند کے تراجم پر جو اعتراضات کیے ہیں وہ جہالت پر مبنی ہیں اور علمائے دیوبند کے تراجم بالکل درست ہیں، مفسّرین اور سابقہ تراجم سے اس کی تائید ہوتی ہے، جب کہ بریلوی فتووں سے کئی اکابر کا ایمان مشکوک ہو جاتا ہے۔ موصوف مجیب نہ تو اپنے اکابر کے فتووں کا کوئی صحیح محمل پیش کر سکے اور نہ ہمارے حوالہ جات کا کوئی معقول جواب دے سکے، لاجواب ہونے پر فاضل بریلوی کے ترجمہ کے فضائل گنوانا شروع کر دیے جو کہ ہمارا موضوع ہی نہیں، اس مضمون کے جواب الجواب میں اس بات کو خاص طور پر ملحوظِ خاطر رکھا جائے۔ الحمدللہ آج ۲۵ مارچ ۲۰۱۹ء کو یہ کتاب ہاتھ لگی اور

آج ہی کے دن نماز مغرب کے وقت اس کے جواب سے فراغت حاصل ہوئی، فی الحال ہم نے انتہائی اختصار سے کام لیا باقی......

یار زندہ صحبت باقی

نوٹ: یہ جو اصول بریلویوں نے اپنایا کہ دیوبندی کریں تو گستاخی ہم کریں تو تاویل ہوگی اس کا مزید تفصیلی جواب ان شاء اللہ ہم دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد سوّم کے مقدّمہ میں دینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

☆......☆......☆......☆

سنّی تراجم پر اعتراضات کا جائزہ

ترجمانِ مسلکِ دیوبند مولانا ابو ایوب قادری صاحب

قارئین گرامی قدر! یوں تو فتنے اپنے اپنے دامِ تزویر میں لوگوں کو پھنسانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں، مگر فتنہ رضائیہ کا تو کچھ انداز ہی الگ تھلگ ہے، یہ لوگوں کو اپنا ''سنّی'' ہونا بتا کر گمراہ کر رہے ہیں جو کہ دیگر فتنوں میں نہیں، مگر ایک قدر مشترک جو قادیانی، رافضی اور رضائی میں ہے وہ یہ کہ قرآن پاک کی تفسیر وتشریح میں اسلاف کو چھوڑ کر اپنی طرف سے کچھ کہا جائے، حالانکہ امّت کے ذی قدر افراد نے قرآن پاک کی تفسیر میں اپنی ذاتی رائے کو دخل دینے کو مذموم وممنوع قرار دیا ہے، بلکہ ایک رضائی مولوی نے ایک واقعہ درج کیا ہے جو من وعن نقل کیے دیتا ہوں:

''امام ابن سیرینؒ نے دو بدمذہب آدمیوں سے ان کے اصرار کے باوجود چند قرآنی آیات اور احادیث سننے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ جاتے ہو یا میں چلا جاؤں، ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر سن لیتے تو کیا خرابی تھی؟ تو فرمایا کہ مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں ان کی بیان کردہ (سلف کے خلاف) تفسیر وتشریح میرے دل میں پختہ نہ ہو جائے''، (سنن دارمی باب بدعتیوں سے اجتناب بحوالہ سعودی تفسیر پر ایک نظر: ۷۳-۷۴)

تو معلوم ہو گیا کہ اسلاف سے ہٹ کر قرآن وسنّت کی تفسیر وتشریح معتبر نہیں، سب سے بڑھ کر میں امام الکونین، امام القبلتین، سیّدنا وسندنا محمّد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی پیش کرنا چاہتا ہوں، آپ ﷺ قیامت کے حالات وعلامات اور تمام اہم فتنوں کے متعلق خبر دی تھی، جن میں آپ ﷺ کے بعد آپ کی امّت نے مبتلا ہونا تھا، مثلاً مرض دینا، ریاکاری، شہوت، مسلمان پر شرک کی تہمت لگایا جانا، قرآن میں غلط تاویلیں کرنا، فتنہ رافضیت''، (کنز العمّال: ۱۱/ ۵۴۰ بحوالہ سعودی تفسیر پر ایک نظر: ۴۹۸)

تو معلوم ہوا کہ قرآن کی آیات میں غلط اور بے جا تاویلیں کرنا بھی دیگر فتنوں میں سے ایک فتنہ ہے تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ فاضل بریلوی نے ''کنز الایمان'' لکھ کر اپنی تشریحات وتعبیرات کو داخل کر دیا جیسا کہ ہر صاحب مطالعہ پر مخفی نہیں ہے اور آپ کو ماقبل کے مضامین سے کافی حد تک معلوم بھی ہو چکا ہوگا۔

رضاخانیوں نے اپنی اس تحریف پر پردہ ڈالنے کیلئے شاطرانہ انداز اپنایا اور چور بھی کہے چور، چور والا طرز اختیار کیا، تاکہ لوگوں کی نظر دوسری طرف لگ جائے اور ہمارے ترجمہ کنزالایمان کی گستاخیاں، اصولِ تفسیر وقواعد کے خلاف کیا گیا ترجمہ لوگوں کی نظر سے اوجھل رہے، مگر یہ بیچارے زیادہ دیر چھپے نہ رہ سکے اور اہل السنّۃ نے بروقت ان کے کنزالایمان کی خبر لی اور اس کی گمراہیوں کو امّت کے سامنے ظاہر کردیا کہ اس کنزالایمان میں حقیقی ایمان مراد نہیں، بلکہ وہی ایمان ہے جو منافقوں نے کہا تھا کہ ''امنّا'' یعنی ظاہر تو ایمان کیا مگر حقیقت میں ایمان واسلام کو منہدم کرنے کی پوری پوری کوشش اور سعی نامراد کی گئی۔

بہرحال رضاخانیوں نے اپنے کنزالایمان کو بچانے کیلئے اہل سنت کے تراجم پر خوب دل کھول کر طعن وتشنیع کیا اور انہیں توہین آمیز اور گستاخیوں پر مبنی تراجم کہا، ہم نے سوچا کہ کیوں نہ ہم اپنا استغاثہ اہلِ انصاف حضرات کے سامنے رکھ دیں کہ وہ خود ہی فیصلہ کرلیں کہ حق کس کی طرف ہے اور گالیاں اور سوقیانہ زبان کس کا شیوہ ہے؟ چنانچہ چند ایک تراجم پر اعتراض کا جائزہ ہم یہاں لیتے ہیں!!

اعتراض نمبر ۱

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالۡمِرۡصَادِ○ (سورۃ الفجر ۱۴)، بے شک تیرا رب ہے گھات میں (ترجمہ شیخ الہندؒ)

اس کا صاف اور سیدھا مطلب جو شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے حاشیہ میں لکھ دیا ہے وہ یہ ہے کہ:

''جیسے کوئی شخص گھات میں پوشیدہ رہ کر آنے جانے والوں کی خبر رکھتا ہے کہ فلاں کیونکر گذرا اور کیا کرتے ہوئے گیا اور فلاں کیا لایا اور کیا لے گیا، پھر وقت آنے پر اپنی معلومات کے مطابق معاملہ کرتا ہے اسی طرح سمجھ لو کہ حق تعالیٰ انسانوں کی آنکھوں سے پوشیدہ رہ کر سب بندوں کے ذرّہ ذرّہ احوال واعمال کو دیکھتا ہے کوئی حرکت وسکون اس سے مخفی نہیں''، (تفسیر عثمانی: ۷۹۰)

اب بتایئے! اہلِ فہم وعقل کے نزدیک کیا اس میں خرابی ہے؟ مگر عقل سے عاری جن کو اپنوں نے بھی بھیڑیں اور وہ بھی بھولی بھیڑیں قرار دیا وہ اس پر نالاں ہیں وہ کہتے ہیں کہ:

''جن مترجمین نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ رب گھات میں ہے، تاک میں ہے، یا گھات لگائے ہے مناسب شانِ الٰہی نہیں ہے، گھات میں ہونے سے مراد دوسرے سے نظر چرا کر چوری چھپے بیٹھنا ہے اور چھپ کر

دوسروں پر حملہ کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کا چھپ کر بیٹھنا اور دوسرے پر گھات لگا کر حملہ آور ہونا اس کی شان کے لائق نہیں، اس لئے کہ وہ انسانوں جیسے بیٹھنے اور چھپنے کی صفات سے پاک ہے، نظر چھپا کر چوری چھپے گھات یا تاک میں بیٹھنا تو خوف اور بزدلی کی دلیل ہوتا ہے، ایسا اس لئے کیا جاتا ہے کہ بتا کر یا سامنے سے حملہ کیا تو شکست کا خوف ہے یا جان کا خطرہ ہوسکتا ہے یہ کمزوری بہت بڑا نقصان ہے"۔ (انوار کنزالایمان: ۲۹۲)

قارئین گرامی! اسے کہتے ہیں "پر سے پرندہ بنانا"، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے جو ترجمہ کیا اس کا مطلب ہم نے آپ کے سامنے واضح کر دیا ہے اور یہ جو کچھ ایک رضا خانی بھولی بھیڑ فرما رہی ہے یہ اس کے اپنے ہی ذہن کی عکاسی ہے عقل سلیم اس کا ساتھ نہیں دیتی، آپ دیکھئے کہ علمِ لغت میں گھات کے کئی معنیٰ ہیں مثلاً "خفیہ تدبیر کرنا، ارادہ وغیرہا"۔

تو کیا یہ معنیٰ یہاں مراد نہیں ہوسکتے؟ اگر لئے جاسکتے ہیں تو پھر یہ لفظ کیوں ممنوع ہے؟ فاضل بریلوی نے سرکار علیہ السلام کو بھی خود رفتہ لکھا اور زلیخا کو بھی، جب کہ زلیخا کا خود رفتہ ہونا مذموم غیر محمود تھا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خدا تعالیٰ کی محبت میں خود رفتہ ہونا محمود تھا تو جو لفظ دو معنیٰ کا احتمال رکھے وہ فاضل بریلوی نے کیوں استعمال کیا؟ فاضل بریلوی نے سورۃ الشعراء کی آیت نمبر ۲۰ کا ترجمہ کیا ہے:

"موسیٰ نے فرمایا میں نے وہ کام کیا جبکہ راہ کی خبر نہ تھی"، یعنی بے خبر کہا اور بے خبر کا معنیٰ لغت میں غافل، بے ہوش، ناسمجھ، بے وقوف، جاہل وغیرہا لکھا ہوا ہے، مگر فاضل بریلوی کی طرف ان نام نہاد عاشقان نے انگلی بھی نہیں اٹھائی اور ہماری طرف لٹھ لئے دوڑے آرہے ہیں۔ بریلویوں کے محبوب و مسلّم عالم مولوی احمد سعید کاظمی نے موسیٰ علیہ السلام کیلئے بے راہ کا لفظ استعمال کیا ہے، جس کا معنیٰ لغت میں گمراہ بھی لکھا ہوا ہے۔ بریلویوں نے کئی انبیاء علیہم السلام کیلئے ناکام کا لفظ استعمال کیا ہے، مثلاً مقیاسِ حنفیت میں موسیٰ علیہ السلام کو، تفسیرِ نعیمی جلد ۱۶ میں سیدنا آدم علیہ السلام کو، انوارِ شریعت ج ۲ ص ۵۵ پر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو، مگر لغت میں محروم و نامراد وغیرہا لکھا ہے تو کیا بریلوی حضرات تکفیری فتوے کی گن کا رخ ادھر نہیں کرتے یا صرف دیوبندیت کی طرف ہی رخ کرنا ایمان سمجھتے ہیں؟؟

بہرحال میں عرض کر رہا تھا کہ اس کا مطلب و مفہوم درست ہے جیسا کہ ہم شیخ الاسلام حضرت علّامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھ آئے ہیں، باقی بریلویوں کو اگر اپنے تراجم پر نظر ہوتی تو اتنی بے وقوفی کا قول نہ کرتے۔

(۱)...... دیکھئے کہ آپ کے گھر کے معتمد عالم مولوی پیر کرم شاہ صاحب بھیروی لکھتے ہیں:

"بے شک آپ کا رب (سرکشوں اور مفسدوں) کی تاک میں ہے"۔ (ضیاء القرآن: ۵/ ۵۵۷)

(۲)...... فاضل بریلوی کے لختِ جگر مولوی مصطفیٰ رضا خان کے خلیفہ اجل و معتمد، بریلوی علّامہ ڈاکٹر پروفیسر محمد علوی مالکی لکھتے ہیں: "بے شک آپ کا رب ضرور گھات میں ہے"۔ (اصولِ ترجمہ و تفسیر القرآن: ۶۵)

(۳)...... مولوی غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں: "بے شک آپ کا رب (ان کی) گھات میں ہے"۔

مرصاد کا معنیٰ

مرصاد کا معنیٰ ہے گھات لگانے کی جگہ یعنی کسی کا انتظار کرنے کا مقام جو شخص گھات لگا کر کسی پوشیدہ مقام میں بیٹھا ہو، اس کے پاس سے گذرنے والا دشمن اس سے بچ کر گذر نہیں سکتا اور اس کا دشمن اس سے چھپا نہیں رہ سکتا، اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی در پردہ بندوں کے تمام اعمال سے باخبر ہے، اس سے بچ کر یا اس سے چھپ کر کوئی بندہ کوئی کام نہیں کر سکتا، گھات لگانے کے چار اجزاء ہیں:

۱...... گھات لگانے کا مقام دشمن سے مخفی ہو۔

۲...... دشمن کی گذرگاہ ہو۔

۳...... جہاں گھات لگا کر بیٹھنے والے کو دشمن کے احوال کی خبر ہو جائے۔

۴...... دشمن گھات لگانے والے کی گرفت سے بچ نہ سکے۔

اللہ تعالیٰ جو گھات لگاتا ہے اس میں یہ چاروں امور متحقّق ہیں۔

آگے سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ کا رب انکی گھات میں ہے، یعنی ان کی باتیں سن رہا ہے اور ان کے اعمال دیکھ رہا ہے اور ان کی سرگوشیوں کو سنتا ہے اور ان کے پوشیدہ اعمال کو دیکھا رہا ہے اور سب کو ان کے اعمال کے موافق جزا دیتا ہے"۔ (تبیان القرآن: ۱۲/ ۷۳۲-۷۳۳)

لوجی بھیڑو! اپنے گلے کی فکر کرو　　میرے مرنے کی فکر چھوڑو

بس اپنے جینے کا خیال رکھنا!!

اعتراض نمبر ۲

اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِنَا ۔۔۔ الخ۔ ترجمہ: "جس نے روکے رکھا اپنی شہوت کی جگہ کو پھر ہم نے پھونک دی اس میں اپنی طرف سے جان"، (ترجمہ شیخ الہند رحمۃ اللہ)

بریلوی ملّاں مولوی غلام نصیر الدین لکھتے ہیں کہ:

"بعض مترجمین نے آیت کریمہ (سورۃ التحریم نمبر ۱۲) کا انتہائی شرمناک الفاظ میں حسب ذیل ترجمہ کیا اور مریم بیٹی عمران کی جس نے روکے رکھا اپنی شہوت کی جگہ کو پھر ہم نے پھونک دی اس میں اپنی طرف سے جان۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں یہ غلط ہے کہ حضرت مریم کی شہوت کی جگہ میں جان پھونکی گئی، کیونکہ یہ نہایت شرمناک ہے اور حضرت مریم کی عزّت و عظمت کے قطعاً خلاف ہے"، (اصولِ ترجمہ و تفسیر قرآن: ۴۱-۴۲)

اور بعضے یوں کہنے لگے کہ حَصَنٌ کا لفظ محفوظ کرنے روکنے اور قلعہ کے معنوں میں آتا لیکن یہ تمام معنیٰ اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ اس کے بنیادی معنیٰ حفاظت کے ہیں امام احمد رضا نے اس کو ترجیح دی، فرج کے لفظی معنیٰ بلا شبہ جائے شہوت ہیں، لیکن اردو میں یہ لفظی ترجمہ کچھ زیب نہیں دیتا امام احمد رضا نے مرادی ترجمہ کیا، (انور کنز الایمان: ۴۹۸)

اب دو اعتراض ہوئے جن کا خلاصہ یہ ہے:

۱...... یہ ترجمہ مناسب نہیں۔

۲...... اس کا مطلب ہے کہ پھونک اس شرمگاہ میں ماری گئی۔

الجواب

اب ہم تفصیلاً ان اعتراضات کا جائزہ لیتے ہیں:

(۱)...... تفسیر جلالین جس کو بہت ہی معتبر سمجھا جاتا ہے اس میں لکھا ہے حفظَتۡ یعنی اس شرمگاہ کی حفاظت کی۔

(۲)...... تفسیر ابن عباس عربی میں ہے: حفظت یعنی انہوں نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت فرمائی۔

(۳)......امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں و الفرج حمل علی حقیقۃ، فرج کے لفظ کو حقیقت پر محمول کیا جائے گا، جبکہ فاضل بریلوی نے تو مرادی ترجمہ بنالیا، جس کو امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے قیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور یہ اصول تو بریلوی ملّاؤں نے بھی لکھا ہے قیل کے ساتھ قول مرجوح کو لکھا جاتا ہے۔

باقی امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: قیل احصنت تکلفت فی عفتھا، یعنی یہ بھی کہا کہ انہوں نے اپنی عفت و پارسائی کی بہت حفاظت کی۔

(۴)......مگر بات یہ ہے کہ ترجمہ شیخ الہند چھوڑے بغیر مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ عصمت و پارسائی کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ حرام سے اپنے کو بچائے رکھا، مگر یہاں تو معاملہ یہ ہے کہ سیّدہ مریم علیہا السلام نے تو حلال وحرام دونوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھا تو فاضل بریلوی کا ترجمہ چونکہ حرام سے بچنے پر دلالت کرتا ہے اور شیخ الہندؒ کا ترجمہ دونوں معنوں پر دلالت کرتا ہے، اسی لئے حضرت شیخ کا ترجمہ ہی مناسب ہے تو اس لیے اس پر اعتراض کرنا رضاخانی سفاہت وکم عقلی کی دلیل ہے۔

باقی رہا دوسرا اعتراض کہ اس ترجمہ سے مفہوم یہ ہونا کہ پھونک شرمگاہ میں ماری گئی تو یہ نہایت ہی بہتان اور بہت بڑی جرأت ہے (العیاذ باللہ)۔ ہم اس بہتان سے بَری ہیں، ہمارے کسی بھی لفظ سے ظاہر نہیں ہوتا اور فاضل بریلوی کا یہ کہنا "پارسائی کی حفاظت کی" کا مطلب بھی یہی بنتا ہے کہ انہوں نے حرام کام سے اپنی شرمگاہ کو بچائے رکھا تو پھر فاضل بریلوی کے ترجمہ کا مطلب بھی وہی بناؤ جو تم نے شیخ الہندؒ کے ترجمہ سے کشید کیا ہے، کوئی عاقل بھی اس پر اعتراض نہیں کرے گا کہ شیخ الہند کے ترجمہ میں یہ خامی ہے، کیونکہ نہ اس میں اشارہ ہے اور نہ ہی کنایہ، کیونکہ کئی رضاخانی مترجمین نے فیہ کا ترجمہ گریبان نہیں کیا، بلکہ "اس میں" کیا ہے تو ان پر گرفت کیوں نہیں ہو سکتی؟

ہاں تفسیر مظہری والے کی سن لو! جس کو کئی مفسرین نے نقل کیا ہے، وہ یہ ہے کہ:

نفخ جبرئیل بامر فی جیب درعھا نفخا و اصلا الی فرجھا فحملت بعیسیٰ علیہ السلام و الضمیر عائد الی الفرج، (تفسیر مظہری)، یعنی جبرئیل علیہ السلام نے ہمارے حکم سے ان کی قمیض کے چاک میں پھونک ماری جو کہ ان کی شرمگاہ تک پہنچنے والی تھی، پس وہ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام سے حاملہ ہوگئیں اور فیہ میں ہ ضمیر فرج کی طرف لوٹ رہی ہے۔

میں رضاخانیوں سے کہوں گا پہلے مظہری والے اور دیگر مفسرین جن میں علامہ آلوسیؒ وغیرہ بھی شامل ہیں

ان کے بارے میں فتویٰ بتائیں پھر ہماری طرف آئیں!!

اعتراض نمبر ۳

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ○ (سورہ انبیاء آیت ۱۰۷)،"اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو مہربانی کر کے جہاں کے لوگوں پر"، (ترجمہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ)

"آپ کو اور کسی کے واسطے نہیں بھیجا، مگر دنیا جہاں کے لوگوں یعنی مکلفین پر مہربانی کرنے کیلئے"، (ترجمہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ)

اب رضا خانی ملّاؤں کو یوں تکلیف ہوئی کہ:

''دوسرے مترجمین نے جہاں کے لوگوں یا دنیا جہاں کے لوگوں کی قید سے نبی کریم ﷺ کی رحمت کا دائرہ تنگ کر دیا''، (تسکین الجنان: ۲۵۳)

ایک اور مولوی صاحب اٹھے اور کہنے لگے:

''جگہ جگہ قرآن کریم میں نبی کا جو منصب اللہ نے بیان فرمایا ہے مولانا اشرف علی تھانوی اس کو ترجمہ میں ڈھالتے وقت بدل ڈالتے ہیں، مثلاً مندرجہ ذیل آیت ملاحظہ کیجئے جس میں اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو تمام عالمین کیلئے مطلق رحمت بنانے کا اعلان فرمایا مگر مولانا اشرف علی تھانوی اپنے قلمی اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے روحِ قرآن کے برخلاف ترجمہ کرتے ہیں''، (انوار کنز الایمان ص ۵۶۶)

الجواب

خدا تعالیٰ نے جو عقل دی ہے جب بندہ اسے استعمال کرے تو بات سمجھ آجاتی ہے کہ جب سرکارِ طیبہ ﷺ سب سے افضل مخلوق انسان کیلئے رحمت ہوئے تو باقی سب کیلئے بدرجہ اولیٰ ہوئے، یہ بات تفاسیر میں ہمارے اکابر نے لکھ دی ہے جیسا کہ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رحمۃ للعالمین کا حلقہ فیض اس قدر وسیع ہے کہ جو محروم القسمت مستفید ہونا نہ چاہیں اس کو بھی کسی نہ کسی درجہ میں بے اختیار رحمت کا حصہ پہنچ جاتا ہے، (تفسیر عثمانی)......آگے حضرت نے بڑی لمبی چوڑی بحث اس موضوع پر کی ہے۔

تو یہ رضا خانی افتراء ہے کہ یہ لوگ سرکار دو عالم ﷺ کے دائرۂ رحمت کو گھٹاتے ہیں، ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ جو سیّدنا یعقوب علیہ السلام نے کہا تھا اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ۔ باقی رہی یہ بات کہ اگر ایسا ترجمہ کرنے سے سرکارِ دو عالم ﷺ کی وسعتِ رحمت کو گھٹانا ہے تو جلالین والوں سے اور اس کے حاشیہ نگاروں سے پوچھ لو کہ انہوں نے رحمۃ للعالمین میں جن وانس کی قید کیوں لگائی؟ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ عربی کو بھی ملاحظہ کرلیں انہوں نے بھی یہی لکھا ہے اور جو ترجمہ بریلویوں نے شائع کیا ہے وہ بھی اس آیت کے ترجمہ کے بعد یوں لکھا ہے:

"جن وانس کیلئے نعمت و رحمت و امن و امان بنا کر بھیجا بالخصوص مسلمانوں کیلئے"، (تفسیر ابن عباس مترجم، ترجمہ مولوی عبدالمقتدر بدایونی، مفتی عزیز احمد بدایونی صاحب: ۲/ ۶۹)

اور تفسیر مظہری میں یوں لکھا ہے:

"لرحمتنا علی الانس والجنّ"، یعنی ہم نے رحمت بنا کر آپ کو بھیجا ہے انسانوں اور جنوں پر۔

تو کیا یہ سب لوگ بشمول سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سب ہی سرکارِ طیبہ ﷺ کی عظمت وعزّت واحترام وشان کو گھٹانے والے ہیں؟ (العیاذ باللہ)

اعتراض نمبر ۴

فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ (سورہ انبیاء آیت ۸۷)، ترجمہ: "یوں سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے اس کو"، (ترجمہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ)

بریلوی ملّاں کہنے لگے کہ یہ تو بہت بڑا جرم ہے ہم نے پوچھا کیسے؟ وہ کہنے لگے کہ یہ اللہ کی قدرت کا انکار ہے، جس کی نسبت حضرت یونس علیہ السلام کی طرف کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے، مغالطہ اس لیے پیدا ہوا کہ قدر یقدر کا استعمال دو معنوں میں ہوتا ہے: ۱ رقادر ہونا، ۲ رتنگی کرنا۔

مترجم نے سمجھا کہ اس جگہ پہلا معنیٰ مراد ہے جو قطعاً غلط ہے، اس موقع اور عصمتِ انبیاء کے مطابق صرف دوسرا معنیٰ ہے، علّامہ محمد بن مکرم افریقی فرماتے ہیں جو شخص اس آیت میں قدر کو قدرت سے ماخوذ کہا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے یوں گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو نہ پکڑ سکے گا تو یہ ناجائز ہے اور اس معنیٰ کا گمان کرنا کفر ہے، (انوار کنز الایمان ص ۵۱)

الجواب

ہم نے یہ بات بریلویوں کے مسلّمہ عالم مولوی عبدالحکیم شرف قادری صاحب سے نقل کی ہے کہ کل کو کوئی اس سے مُکر اور پھر نہ سکے اور یہ نہ کہہ سکے کہ یہ تو غیر معتبر عالم ہے۔

صحیح بات تو یہ ہے کہ بعض نسخوں میں یہ ترجمہ یوں ہے:

''ہم نہ پکڑیں گے''، جیسا کہ ۱۴۰۹ھ، مطابق ۱۹۸۹ء میں سعودی عرب سے طبع ہونے والے نسخے کے اندر''ن'' کا نشان دے کر لکھا گیا ہے، لہٰذا اب اعتراض پیدا ہی نہیں ہوتا۔

دوسری بات یہ ہے لفظ''سکیں'' کا مصدر''سکنا'' ہے اور''سکنا'' کا معنی لغت میں یوں ہے:

لائق ہونا، قابل ہونا، ممکن ہونا، (جامع فیروز اللغات: ۳۰۳)

اب بات کا مطلب صاف ہے کہ پکڑ سکیں کا معنی پکڑ کے لائق ہونا۔ تو بات شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی درست ہوئی کہ اس نے گمان کیا ہم اس کو پکڑ کے لائق نہ جانیں گے، اب تمام نسخوں کے تراجم کا ہم معنیٰ ہونا ثابت ہو گیا، اب میں رضاخانی ملّاؤں سے کہوں گا کہ جرات ہو تو بات کرو!!

تیسری بات یہ ہے کہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وظن معاوية رضی اللہ عنه تعالیٰ انه من القدره فاستشكل ذالک اذ لا يظن احد فضلا عن النبی عليه السلام عدم قدرة اللہ تعالیٰ وفزع الی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما فأجابهٗ بما ذكرنا اوّلا و جوز ان يكون من القدرة و تكون مجازا عن اعمالها ای ظنّ ان لن نعمل قدرتنا فيه او يكون الكلام من باب التمثيل ای فعل فعل من ظنّ ان لن نقدر عليه فی مراغمته قومه من غير انتظار الامرنا، (تفسیر روح المعانی: ۱۷/ ۱۱۱)، یعنی سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو گمان ہوا کہ یہ لفظ نقدر قدرت سے ماخوذ ہے، پس یہ اشکال پیدا ہوا یہ تو کسی عام آدمی کو بھی گمان نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو ہو، پھر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اپنی پریشانی ذکر کی تو انہوں نے پہلے تو وہی جواب دیا جو ہم نقل کر آئیں ہیں، پھر فرمایا یہ بھی جائز ہے کہ یہ قدرت سے ماخوذ ہو، پھر یہ اعمالِ قدرت سے مجاز ہو گی یعنی اس نے گمان کیا کہ ہم اپنی قدرت کو عمل میں نہ لائیں گے یا (دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے اس کو لفظ قدرت سے ماخوذ مان کر یوں کہا جائے کہ) کلام میں یعنی آیت میں مثال دی گئی ہے یعنی

یونس علیہ السلام یوں چل پڑے جیسے وہ آدمی چلتا ہے جس نے یہ گمان کر رکھا کہ ہم پکڑنے کی طاقت نہیں رکھتے اپنی قوم سے ناراض ہو کر ہمارے حکم کے انتظار کئے بغیر چل پڑنے پر۔

چوتھی بات یہ کہ یہ تاویل کئی مفسرین نے نقدر کو قدرت سے ماخوذ مان کر کی ہے، جیسا کہ حاشیہ جلالین میں بھی موجود ہے اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ علامہ آلوسیؒ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جو دوسری وجہ نقل کی ہے قدرت سے ماخوذ ماننے کی یہ بات تو بریلوی مفسر مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی کے صاجزادے اور بریلوی مفتی اعظم مفتی اقتدار احمد خان نعیمی گجراتی نے بھی تفسیر نعیمی ج نمبر ۱۷ میں اعتراضات کے جواب میں نقل کی ہے کہ یہ تشبیہ ہے، یعنی سیدنا یونس علیہ السلام کے جانے کو اس شخص کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو یہ سمجھ کر چل پڑا کہ خدا مجھے پکڑنے پر قادر نہیں، (ملخصاً تفسیر نعیمی ج ۱۷)

فاضل بریلوی کے پیروکار جو قدرت سے ماخوذ ماننے کو عصمت انبیاء کے خلاف قرار دے رہے تھے وہ سیّدنا معاویہ اور سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما، محشی جلالین، آلوسی وغیرہما کا کیا کریں گے اور مفتی اقتدار کا کیا بنے گا؟؟

پانچویں بات یہ ہے کہ تفسیر درمنثور میں ہے کہ امام ابن جریر اور بیہقی رحمہما اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ذوالنون اپنی قوم پر ناراض ہوئے تھے، فَظَنَّ اَنۡ لَّنۡ نَّقۡدِرَ عَلَيۡهِ پس اس نے خیال کیا کہ ہم انہیں سزا دینے پر قادر نہیں ہیں، (تفسیر درمنثور مترجم: ج ۴ ص ۸۷۷ مطبوعہ ضیاء القرآن)

امام احمد نے الزہد میں عبد بن حمید اور ابن المنذر نے حضرت الحسن سے روایت کیا ہے **اذ ذهب مغاضبافظن ان لن نقدر عليه** وہ بھاگ گئے پس انکا خیال تھا کہ ہم اس پر قادر نہیں ہیں، (تفسیر در منثور: ۴ / ۸۷۷-۸۷۸)

اب میں رضا خانی حضرات سے کہوں گا کس کی جرأت و ہمت ہے کہ ایسے اکابر و اسلاف پر فتوے کی سوچے اور یاد رہے کہ اس کا ترجمہ دار العلوم محمّدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کی پوری ٹیم کا ہے، اس لئے رضا خانی علماء کا مصدّقہ ترجمہ ہے۔

اعتراض نمبر ۵

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا ترجمہ: ”اس عورت کے دل میں ان کا خیال جم ہی رہا تھا اور ان کو بھی اس عورت کا کچھ خیال ہو چلا تھا“۔(ترجمہ حکیم الامت حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہٗ)

”اور البتہ عورت نے فکر کیا اس کا اور اس نے فکر کیا عورت کا“۔(ترجمہ شیخ الہند رحمہ اللہ)

اب رضا خانی فکر کی عکاسی یہ ہے کہ دونوں تراجم میں عصمتِ انبیاء مجروح ہوتی ہے۔(انوار کنز الایمان: ۱۲)

الجواب

قارئین گرامی قدر! صاف اور آسان سی بات ہے کہ حکیم الامت نے جو کچھ لکھا ہے کہ بریلوی مسلک کے بیماروں کے حکیم نے بھی یہی کچھ لکھا ہے کہ ھمّت بہ میں ھمّ کے معنی ارادۂ زنا ہیں اور ھمّ بھا میں اس کے معنی قلب کی غیر اختیاری رغبت جس کے ساتھ قصد نہیں ہوتا، یعنی زلیخا نے تو یوسف علیہ السلام کا ارادہ کیا اور ان کے دل میں رغبت غیر اختیاری پیدا ہوئی جو کہ نہ گناہ ہے نہ جرم۔(جاء الحق ص ۴۴۰)

مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کے ارشاد و لقد ھمّت بہ و ھمّ بھا......الخ، کے بارے میں کئی فقہاء و محدّثین کا مذہب یہ ہے کہ ارادۂ نفس پر مواخذہ نہیں اور نہ یہ گناہ ہے، کیونکہ حدیثِ قدسی میں ہے کہ جب بندہ گناہ کا ارادہ کرے لیکن اس کو عملی جامہ نہ پہنائے تو اس کے لیے نیکی لکھی جاتی ہے، لہٰذا ارادہ کے ساتھ جب نفس کی آمادگی ہو گی تو گناہ ہے لیکن آمادگی اور تعلق خاطر کے بغیر معاف ہے (یعنی صرف ارادہ معاف ہے) یہی حق ہے اور یوسف علیہ السلام کا ارادہ بھی اسی نوعیت کا تھا...... الخ“۔(تعلیقاتِ رضا: ۲۹۸ مترجم مولوی محمد صدیق ہزاروی مطبوعہ کرمانوالہ بک شاپ لاہور)

مولوی ابو الحسنات قادری صاحب لکھتے ہیں جن کی تفسیر بریلوی رازی وغزالی مولوی احمد سعید کاظمی کی مصدّقہ ہے کہ ھمّ دو قسم ہیں ایک ھمّ ثابت اور وہ وہ ہے جس کے ساتھ ارادہ اور پختگی اور رضا ہو مثل امراۃ عزیز کے کہ اس کی نیت یقیناً بدی کی طرف مائل ہو چکی تھی اور دوسرا ھمّ عارض ہے اور وہ خطرہ اور حدیث نفس ہے جس میں

کسی قسم کا اختیار و عزم نہیں ہوتا مثل ھمّ یوسف علیہ السلام کے، (تفسیر الحسنات: ج ۳ ص ۲۵۸)

لہٰذا معلوم ہوگیا کہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی صفائی بریلوی حضرات کے گھر سے ہوگئی، باقی رہا حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا ترجمہ کہ اس نے فکر کیا عورت کا تو صاف سا مطلب ہے جو کہ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی صاحبؒ نے لکھا کہ عورت نے پھانسنے کی فکر کی اور اس نے فکر کی کہ عورت کا داو ٔ چلنے نہ پائے، (تفسیر عثمانی)

تو اب بتایئے! کیا قباحت ہے اس میں؟؟

مفتی احمد یار خان گجراتی لکھتے ہیں: دوسری تفسیر یہ ہے کہ بہ پر وقف نہ کرو بلکہ بھا تک ایک ہی جملہ مانو اور آیت کے معنی یہ ہوں کہ بے شک زلیخا نے یوسف علیہ السلام کا اور انہوں نے زلیخا کا ھَمّ کرلیا لیکن اب ان دونوں ھمّوں میں فرق کرنا ضروری ہے، (جاء الحق: ۴۳۹-۴۴۰)

مولوی مصطفےٰ رضا خان کے خلیفہ مجاز ڈاکٹر محمد علوی مالکی صاحب لکھتے ہیں:

''اگر ھمّ بہا پر وقف کیا جائے تو معنیٰ اس طرح ہوگا: عزیز مصر کی عورت نے یوسف کے ساتھ برے فعل کا قصد کیا اور یوسف نے اس عورت سے اجتناب کا قصد کیا''، (اصولِ ترجمہ و تفسیر قرآن: ۹۲)

مولوی غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

''اس عورت نے ان (سے گناہ) کا قصد کرلیا اور انہوں نے (اس سے بچنے کا) قصد کیا''، (تبیان القرآن: ۵/ ۷۲۴)

آگے لکھتے ہیں:

''حضرت یوسف کے ھمّ سے مراد یہ ہے کہ مردوں کے دلوں میں عورتوں کی شہوت سے جو طبعی تحریک ہوتی ہے وہ تحریک ہوئی، اگرچہ وہ اپنے آپ کو کنٹرول میں رکھتے ہیں''، (تبیان القرآن: ۵/ ۷۳۷)

آگے لکھتے ہیں:

''انہوں نے بدکاری اور گناہ سے بچنے کا قصد کیا اس کی یہ وجہ نہیں تھی کہ وہ بدکاری پر قادر نہیں تھے، بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اللہ کی شریعت کی برہان سے واقف تھے''، (تبیان القرآن: ۵/ ۷۳۹)

مفتی احمد یار خان گجراتی لکھتے ہیں:

''ہمارے سلجھے ہوئے مفسرین نے دو باتیں بیان کی ہیں، اگرچہ میں ان سے متفق نہیں مگر ان کے

نقل کرنے میں مضائقہ نہیں، ایک قول یہ ہے کہ ھمّ بہا اور یوسف بھی اس کے قتل کا ارادہ کر لیتے یعنی زلیخا نے گناہ کا ارادہ کرلیا اور یوسف نے اس کے قتل۔ دوسرا یہ کہ زلیخا نے گناہ کا ارادہ کرلیا تھا اور یوسف نے حسنِ زلیخا کو دیکھ کر اپنی قوتِ مردمی میں ہیجان محسوس کیا، اگرچہ فعل بد سے متنفر ہی رہے، جیسے کہ کوئی جانور کو صحبت کرتا دیکھ کر انسان کی قوتِ مردمی میں ہیجان پیدا ہوتا ہے، حالانکہ اس جانور سے محبت کرنا قطعاً گوارا نہیں ہوتا"، (تفسیر نعیمی: ۱۲/ ۴۳۸)

ہم اس بات کو ختم کرتے ہیں اور بریلویوں کو کہتے ہیں جو تم نے ٹیم بٹھائی ہے تراجم پر کام کرنے کیلئے انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں درمنثور کے ترجمہ میں جو کچھ لکھا ہے وہی پڑھ لو اگر تم میں شرم وحیاء کی رتّی بھی ہوئی تو آئندہ اہل السنّۃ پر اعتراض نہ کروگے!!!!

اعتراض نمبر ٦

قَالَ يٰقَوۡمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیۡ، ترجمہ: بولا اے قوم! یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں، (ترجمہ شیخ الهند رحمہ اللہ)

بریلوی مسلک کا ترجمان جناب مولوی عبدالستار خان نیازی لکھتے ہیں:

"ان سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ جناب لوط علیہ السلام نے اپنے مہانوں کو بچانے کے لیے اپنی بیٹاں پیش کر دی تھیں یہ بات ایک اولعزم پیغمبر خدا کو تو کجا کسی بھی شریف آدمی کو زیب نہیں دیتی"، (انوار کنز الایمان: ۸۲۰)

الجواب

سامعین گرامی قدر! اگر بریلوی حضرات کے امام فاضل بریلوی نے سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کا باپ ترجمہ قرآن میں آزر کو لکھا، وہ لکھتے ہیں اور یاد کرو جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ آزر سے کہا، (کنز الایمان سورہ انعام آیت نمبر ۷۴)

تو فوراً ایک چیلے صاحب نے تاویل کی کہ یہاں باپ سے مراد چچا ہے، (تفسیر نور العرفان)

تو یہاں بھی تو تاویل کی جاسکتی تھی کہ قوم کی بیٹیاں مراد ہیں، افسوس ہے رضا خانی نسل پر کہ یہ لوگ مخالفین اور اپنوں کے ساتھ معاملہ ایک سا نہیں رکھتے، حالانکہ ان کو چاہیئے جو اصول غیروں کے لیے ہوں وہی اپنوں کے لیے بھی ہوں، فوراً سے پیشتر اپنی بات کی تاویل اور غیر پر فتویٰ!!

نیازی صاحب کو ترجمہ تو نظر آ گیا، مگر حاشیہ پر لکھی ہوئی یہ بات نظر نہ آئی:

''تنبیہ: هٰؤُلَاۤءِ بَنَاتِیْ سے مراد عام طور پر اس قوم کی لڑکیاں ہیں جن کو تجوّزاً بیٹیاں کہا گیا ہے، کیونکہ پیغمبر امت کے حق میں روحانی باپ ہوتا ہے اور ویسے بھی محاورات میں قوم کے بڑے بوڑھے سب کی لڑکیوں کو اپنی بیٹیاں کہہ کر پکار سکتے ہیں''، (تفسیر عثمانی ص ۳۰۵)

ایک قول علّامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیٹیوں کے متعلق بھی لکھا ہے اور ساتھ یہ بھی لکھ دیا ہے مقصود نکاح نہ تھا، بلکہ ان کو عزّت و شرم دلانا مقصود تھا، یہ تمام تفصیل روح المعانی اور مظہری وغیرہ میں موجود ہے۔ نیازی صاحب اگر نسبی بیٹیوں کا قول کرنا گستاخی اور توہین ہے تو ذرا اِدھر بھی جناب کی توجّہ ہونی چاہیئے۔

(۱)...... مفتی احمد یار خان گجراتی لکھتے ہیں:

"تفسیر روح البیان نے کہا ہے کہ بیٹیوں سے مراد نسبی بیٹیاں تھیں"، (تفسیر نعیمی: ۱۷/ ۲۳۲)

(۲)...... مفتی عزیز احمد بدایونی اور عبدالمقتدر بدایونی لکھتے ہیں کہ لوط علیہ السلام نے کہا "یہ میری لڑکیاں موجود ہیں یہ تمہارے لیے پاک اور طاہر موجود ہیں، میں ان کو تمہارے نکاح میں دے دوں گا یا یہ کہ میری قوم کی لڑکیاں موجود ہیں ان کا تم سے نکاح کرا دوں گا"، (تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ اردو: ۱/ ۵۸۶)

(۳)...... مولوی غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

"قتادہ کی تفسیر کے مطابق حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی صلبی بیٹیوں کو نکاح کے لیے پیش کیا تھا"، (تبیان القرآن: ج ۵ ص ۵۹۹)

(۴)...... مولوی ابو الحسنات قادری صاحب لکھتے ہیں:

"لفظی ترجمہ کے اعتبار سے آپ نے اپنی صاحبزادیاں پیش فرمائیں اور انہیں کہا کہ ان سے عقد کرلو"، (تفسیر الحسنات: ج ۳ ص ۱۹۷)

(۵)...... مفتی محمد حسین نعیمی اور ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب کے مصدّقہ ترجمہ آسان ترجمۂ قرآن میں یوں ہے: "اے میری قوم یہ میری بیٹیاں موجود ہیں یہ تمہارے لیے پاکیزہ ہیں"، (آسان ترجمہ قرآن: ۵۰۸)

(۶)...... تفسیر درمنثور کا ترجمہ بریلوی مسلک کی ایک جماعت نے کیا ہے اس میں ہے:

"امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت جبیر اور مقاتل رحمہما اللہ کی سند سے حضرت ضحّاک رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ جب فاسقوں نے...... پس آپ

نے ان پر اپنی بیٹیاں نکاح وتزویج کے لیے پیش کیں، پس جب آپ نے مصیبت دیکھی تو آپ کو رسوائی کا خوف لاحق ہوا تو آپ نے انہیں شادی کی پیش کش کر دی آپ کی دو بیٹیاں تھیں......الخ"، (ترجمہ تفسیر در منثور: ج ۳ ص ۱۰۴۴)

تو کیا نیازی صاحب ان سب لوگوں کو بشمول سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو نبی علیہ السلام اور اولو العزم پیغمبر کی توہین و بے ادبی کرنے والا کہیں گے؟؟ معاذ اللہ!!

اعتراض نمبر ۷

حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا۔ (سورہ یوسف آیت ۱۱۰)،

ترجمہ: "یہاں تک کہ جب نا امید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا"، (ترجمہ شیخ الہند رحمہ اللہ)

بریلوی محقق یوں ناراض ہونے لگے کہ:

"یاد رکھیے انبیاء علیہم السلام کو خدا کی نصرت اس کی رحمت صدق یا ایفائے عہد سے نا امید ہونے والا لکھ دیا، اپنی سچائی میں شک کرنے والا یا اللہ کی طرف جھوٹ کا گمان کرنے والا لکھ دیا، یہ ایک مستقل کفر ہے"، (فیصلہ کیجئے: ص ۵۰، اور، آؤ حق تلاش کریں: ص ۴۰)

الجواب

اس لفظی ترجمے پر اعتراض ہے یا اس کے مفہوم پر؟ اگر لفظی ترجمے پر اعتراض ہے تو دیکھئے یہ تو آپ کے گھر کے جید حضرات نے بھی لکھا ہے:

(۱)......مولوی ابو الحسنات قادری صاحب لکھتے ہیں:

حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ	یہاں تک کہ جب مایوس ہو گئے
وَظَنُّوْٓا	اور خیال کر چکے
اَنَّهُمْ	کہ وہ
قَدْ	یقیناً

کُذِبُوْا	وہ جھٹلائے گئے
(تفسیر الحسنات: ج ۳ ص ۳۲۵)	

(۲)......شیخ سعدیؒ نے بھی ترجمہ یہی کیا ہے جو فاضل بریلوی کا مصدّقہ ہے۔

(۳)...... بریلوی اکابر کا مصدّقہ ترجمہ آسان ترجمہ قرآن میں ہے: "یہاں تک جب مایوس ہونے لگے رسول (جمع) اور انہوں نے گمان کیا کہ وہ ان سے جھوٹ کہا گیا"، (ص ۵۴۶)

اور اس کا مفہوم یہ بنتا ہے جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے بیان کر دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ عذاب آنے میں اتنی دیر ہوئی کہ منکرین بالکل بےفکر ہو کر بیش از بیش شرارتیں کرنے لگے، یہ حالات دیکھ کر پیغمبروں کو ان کے ایمان لانے کی کوئی امید نہ رہی، ادھر خدا کی طرف سے ان کو ڈھیل اس قدر دی گئی کہ مدّت دراز تک عذاب کے کچھ آثار نظر نہ آتے تھے، غرض دونوں طرف سے حالات و آثار پیغمبروں کے لیے (ظاہری اسباب کے طور پر) یاس انگیز تھے، یہ منظر دیکھ کر کفّار نے یقینی طور پر خیال کر لیا کہ انبیاء سے جو وعدے ان کی نصرت اور ہماری ہلاکت کے کئے گئے تھے سب جھوٹی باتیں ہیں عذاب وغیرہ کا ڈھکوسلہ صرف ڈرانے کے واسطے تھا کچھ بعید نہیں کہ ایسی مایوس کن (ظاہر طور پر) اور اضطراب انگیز حالت میں انبیاء کے قلوب میں بھی یہ خیالات آنے لگے ہوں کہ وعدہ عذاب کو جس رنگ میں ہم نے سمجھا وہ صحیح نہ تھا یا وساوس وخطرات کے درجہ میں بے اختیار یہ وہم گزرنے لگے ہوں کہ ہماری نصرت اور منکرین کی ہلاکت کے جو وعدے کئے گئے تھے کیا وہ پورے نہ کئے جائیں گے......الخ۔

آگے حضرت تنبیہ نمبر ا، کے تحت پھر لکھتے ہیں: "اللہ تعالیٰ کی غیر محدود رحمت ومہربانی سے مایوس ہونا کفر ہے، لیکن ظاہری حالات و اسباب کے اعتبار سے ناامیدی کفر نہیں یعنی یوں کہہ سکتے ہیں کہ فلاں چیز کی طرف سے جہاں تک اسباب ظاہری کا تعلق ہے مایوسی ہے، لیکن حق تعالیٰ کی رحمتِ کاملہ سے مایوسی نہیں، آیت حَتّٰٓی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ......الخ میں یہی مایوسی مراد ہے جو ظاہری حالات و آثار کے اعتبار سے ہو، ورنہ پیغمبر خدا کی رحمت سے کب مایوس ہو سکتے ہیں......الخ"، (تفسیر عثمانی: ۳۲۹)

تقریباً یہی بات تفسیر مظہری والے نے بھی لکھی ہے، القصّہ اس مفہوم پر دو اشکال ہو سکتے ہیں:

(۱)......انبیاء علیہم السلام سے کیا فہم میں غلطی ہو سکتی ہے؟

(۲)......کیا انبیاء علیہم السلام کو وسوسہ ہو سکتا ہے؟

تو ہم عرض کرتے ہیں کہ پیر مہر علی شاہ صاحب فرماتے ہیں:

''خطاء فی التعبیر اولیاء بلکہ انبیاء سے بھی واقع ہوئی ہے، چنانچہ سال حدیبیہ میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا، میں نے رؤیا (خواب) میں دیکھا کہ ہم بیت اللہ میں داخل ہوئے، بنا بریں مدینہ طیبہ سے اسی قصد سے روانہ ہوئے، لیکن جب حدیبیہ میں پہنچے تو کفارِ مکہ مانع ہوئے آخر اس پر صلح ہوئی کہ آپ آئندہ سال مکہ میں داخل ہوں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ مکہ میں تو داخلہ تو آپ کو بطریق رؤیا معلوم ہوا تھا پس تخلّف کیسے واقع ہوا؟ فرمایا مقصودِ اصلی مکہ میں داخل ہونا ہے خواہ وہ امسال ہو یا آئندہ سال، پس خطاء فی التعبیر ہے نہ اصل واقعہ میں''، (ملفوظات مہریہ: ۵۴)

امید ہے معمہ حل ہو گیا ہو!!

دوسرے اعتراض کے جواب میں ہم عرض کرتے ہیں کہ:

مفتی احمد یار نعیمی گجراتی لکھتے ہیں: "انبیاء سے خطاء ہو سکتی ہے"، (جاء الحق: ص ۴۴۰)

دوسری جگہ لکھتے ہیں: "یہ دو پیغمبر شیطانی وسوسہ سے بھی محفوظ ہیں"، (جاء الحق ص ۴۲۹)

اس کا مطلب ہے باقی محفوظ نہیں۔

ایک جگہ لکھتے ہیں: "وسوسہ انبیاء کرام کو بھی ہو سکتا ہے"، (نور العرفان: ۱۸۳ نعیمی کتب خانہ)

بریلوی مسلک میں تو انبیائے کرام علیہم السلام سے گناہِ کبیرہ بھی صادر ہو جاتا ہے، مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی لکھتے ہیں: "انبیاء کرام ارادةً گناہِ کبیرہ کرنے سے ہمیشہ معصوم ہیں کہ جان بوجھ کر نہ تو نبوت سے پہلے گناہِ کبیرہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کے بعد، ہاں نسیاناً خطاء صادر ہو سکتے ہیں"، (جاء الحق: ۴۲۷)

اب آگے بھی سنئے:

مولوی ابو البرکات قادری صاحب خلیفہ فاضل بریلوی لکھتے ہیں: "اگر انبیاء وحی سے پہلے جھوٹ اور گناہوں سے معصوم نہ ہوں گے تو ان کے دعویٰ نبوت میں شبہ ہو گا"، (ترجمہ تمہید ابوشکور سالمی ص ۱۶۷)

اس کتاب کی تیاری میں کئی بریلوی علماء کی کاوشیں ہیں بالخصوص مولوی عبدالحکیم شرف قادری صاحب وغیرہ، آگے لکھتے ہیں:

"اگر ہم کبیرہ کو جائز قرار دیں تو ان سے کفر بھی جائز ہو گا"، (ترجمہ تمہید ابوشکور ص ۱۶۷)

میرے خیال میں اب اس ترجمے پر کوئی اشکال نہیں رہا!!

اعتراض نمبر ۸

اِنَّ اَبَانَا لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنِ ۝ (سورہ یوسف)

ترجمہ: "البتہ ہمارا باپ صریح خطاء پر ہے"، (ترجمہ شیخ الھند رحمہ اللہ)

قَالُوۡا تَاللّٰہِ اِنَّکَ لَفِیۡ ضَلٰلِکَ الۡقَدِیۡمِ ۝ (سورہ یوسف آیت ۹۵)

ترجمہ: "لوگ بولے قسم اللہ کی تو تو اپنی اسی قدیم غلطی میں ہے"، (ترجمہ شیخ الھند رحمہ اللہ)

بریلوی ملّاں کہنے لگے کہ "مولویوں نے حضرت سیّدنا یعقوب علیہ الصلاۃ والسلام کو صریح خطاء پر، کھلی غلطی میں، پرانے خبط میں، قدیم غلطی میں اور پرانے غلط خیال میں مبتلا ہونے والا لکھ دیا، جوکہ صریح توہین نبوت ہے"، (فیصلہ کیجئے: ۴۱-۴۲)

دوسرے رضا خانی مولوی صاحب لکھتے ہیں: "نبی کی طرف غلطی کی نسبت کرنا مومن کی شان کے لائق نہیں، اس لئے آپ (علیہ الصلوۃ والسلام) کی اولاد کے حق میں وہ ترجمہ درست نہیں، جس میں ان کے ایمان پر حرف آسکے"، (تسکین الجنان: ۲۰۲)

الجواب

ہم اور تو کچھ نہیں کہتے بس صرف یہی کہتے ہیں ان سب رضا خانی حضرات کو کہ یہ آپ کے اپنے حضرات جو گناہ، وسوسہ اور خطاء وغیرہ کو منسوب کئے بیٹھے ہیں ان کے متعلق بھی کوئی ارشاد ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟؟ مزید یہ بھی دیکھئے، شیخ سعدی رحمہ اللہ کا ترجمہ جو فاضل بریلوی کا مصدّقہ ہے، اس میں دوسری آیت کا ترجمہ یوں ہے:

"بدرستیکہ پدر ما ہر آئینہ در گمراہی آشکار است"، (ترجمہ سعدی: ص ۳۵۴)

پیر کرم شاہ بھیروی صاحب کا ترجمہ ہے:

"یقیناً ہمارے والد ایسا کرنے میں کھلی غلطی کا شکار ہیں"۔

آگے آئیے! بریلوی جماعت جس نے درمنثور کا ترجمہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

''امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت سدّی سے روایت کیا ہے کہ ہمارا باپ ہمارے

معاملے میں کھلی غلطی کا شکار ہے"، (ترجمہ تفسیر درمنثور: ۴/ ۱۷-۱۸)

آگے لکھتے ہیں:

"اپنی رائے میں خطا کیے ہوئے ہیں"، (ترجمہ تفسیر درمنثور: ۲۷)

آگے لکھتے ہیں:

"امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرمایا ہے کہ ضلالك القديم سے مراد خَطِئَک القدیم یعنی پرانی خطاء ہے۔ امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد جنونک القديم، پرانا جنون ہے"، (ترجمہ تفسیر درمنثور: ج ۴ ص ۱۰۴)

(یہ سب حوالہ جات ہم نے اس لئے نقل کیے ہیں کہ بریلویوں نے بھی ایسا نقل کیا ہے)

مفتی عزیز احمد بدایونی، مولوی عبدالمقتدر بدایونی لکھتے ہیں:

"ہمارے اباّ جی خطاء وغلطی میں مبتلا ہیں"، (تفسیر ابن عباسؓ ج ۱ ص ۶۰۱)

یہی دو بریلوی اکابر لکھتے ہیں:

"ان کے لڑکے اور پوتے جو ان کے پاس تھے انہوں نے کہا خدا کی قسم تم یوسف علیہ السلام کی یاد میں اپنے ہوش وحواس وعقل کھو بیٹھے ہو"، (تفسیر ابن عباسؓ ج ۱ ص ۶۲۹)

بریلویوں کے معتبر فتاویٰ، فتاویٰ فیض الرسول میں ہے:

"بے شک ہمارے باپ صریح غلطی پر ہیں"،...... بے شک آپ اپنی پرانی غلطی پر ہیں"، (فتاویٰ فیض الرسول: ج ۱ ص ۱۱۸)

بریلوی اکابر کا مصدّقہ ترجمہ، آسان ترجمۂ قرآن میں ہے:

"وہ کہنے لگے اللہ کی قسم بے شک تو اپنے پرانے وہم میں ہے"، (آسان ترجمہ قرآن: ۵۴۲-۵۴۳)

فاضل بریلوی کے چاہنے والے عجیب مخمصے میں پھنس جائیں گے اور ان سے اب جواب نہیں بن پڑے گا!

اعتراض نمبر ۹

مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ.

ترجمہ: ”تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب اور نہ ایمان“۔ (ترجمہ شیخ الہند رحمہ اللہ)

اس پر بریلوی یوں اصرار کر رہے ہیں کہ یہ ترجمہ بے ادبی ہے، کیونکہ ان کے ”ترجمہ“ سے معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ آیت مذکورہ کے نزول سے پہلے حضور ﷺ مومن بھی نہ تھے، (فیصلہ کیجئے: ۳۲، آؤ حق تلاش کریں: ۲۲)

الجواب

شیخ الاسلام علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ:

”ایمان اور اعمال ایمانیہ کی یہ تفاصیل جو بذریعہ وحی اب معلوم ہوئیں پہلے کہاں معلوم تھیں، گو نفسِ ایمان کے ساتھ ہمیشہ متّصف تھے“۔ (تفسیر عثمانی ص ۶۵۰)

جیسے آپ ﷺ کی روح کو نبوت تو عالم ارواح میں مل گئی، مگر یہاں آپ ﷺ تشریف لائے، نبی تو تھے مگر آپ ﷺ کی یاداشت کے سامنے خدا نے حکمت کے پردے لگا دیے جس سے وہ آپ ﷺ کو وہ منظر یاد نہ رہا، پھر چالیس سال بعد آپ سے اعلان نبوت کروایا گیا، آپ نبی تو پہلے سے تھے مگر آپ کو اپنا نبی ہونا یاد نہ تھا، ورنہ ورقہ بن نوفل کے پاس جانے کی ضرورت نہ تھی، اسی طرح آپ ﷺ ایمان سے متصف تو تھے مگر آپ ﷺ کو ایمان اور اعمال کی تفصیلات معلوم نہ تھیں۔

بریلوی مسلک کی معتبر تفسیر تفسیر الحسنات میں لفظی ترجمہ یوں لکھا گیا:

مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ	نہیں تھا تو جانتا کہ کیا ہے کتاب
وَ	اور
لَا	نہ
الْإِيمَانُ	ایمان
تفسیر الحسنات ج ۵ ص ۱۰۲۵	

پیر کرم شاہ بھیروی صاحب کہتے ہیں:

"نہ آپ یہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے"۔(ضیاء القرآن ج ۴ ص ۳۹۳)

مولوی اشرف سیالوی صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

"اے محبوب کریم تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ جانتے تھے کہ ایمان کیا ہے"۔(تحقیقات ۳۲۰)

مولوی احمد رضا خان صاحب نے ترجمہ شیخ سعدی رحمہ اللہ کی تعریف وتوثیق وتصدیق کی ہے اس میں نمی دانی تو کہ چہ چیز است قرآن ونہ آنکہ چیست ایمان"۔(ترجمہ سعدی ص ۷۳۳)

وہی ترجمہ ہے جو اوپر منقول ہو رہا ہے، بریلوی اکابر مفتی محمد حسین نعیمی اور مولوی سرفراز نعیمی صاحب کا مصدقہ ترجمہ اس میں ہے:

"تم نہ جانتے تھے کیا ہے کتاب اور نہ ایمان"۔(آسان ترجمہ قرآن ص ۱۰۵۰)

لو جی اب ہمت کر کے فاضل بریلوی سے لے کر ان تمام کو کفر وگستاخی کے فتوے سے بھون ڈالو، جو صحیح بریلوی ہوگا وہ فاضل بریلوی کو بھی معاف نہ کرے گا!!!!

اعتراض نمبر ۱۰

فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ (سورہ نمل آیت ۲۲)

ترجمہ: "میں لے آیا خبر ایک چیز کی کہ تجھ کو اس کی خبر نہ تھی"۔(ترجمہ شیخ الہند رحمہ اللہ)

بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ ان کے ترجمہ سے ہدہد کے علم کے مقابلے میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے علم کی نفی اور کمی ثابت ہو رہی ہے، جو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی شان وعظمت کے لائق نہیں"۔(فیصلہ کیجئے: ۴۸، اور، آو حق تلاش کریں: ص ۲۸)

الجواب

میاں صاحب! اگر خدا نے عقل دی ہے تو اسے استعمال میں لے آئیں، اگر فاضل بریلوی کو ایک آدھ شے کا علم نہ ہو جیسا کہ انھوں نے فتاویٰ رضویہ میں لَا اَدرِی لکھا ہے کوئی بریلوی جو اس بات کو جانتا تھا ہرگز

کوئی بھی رضا خانی اس ایک بات کے جاننے والے کو فاضل بریلوی سے بڑا عالم نہ کہے گا، کیونکہ یہ جزوی بات ہے، شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''گویا ہد ہد کے ذریعے خدا نے متنبہ فرمادیا کہ بڑے سے بڑے انسان کا علم بھی محیط نہیں ہوسکتا، دیکھو جن کی بابت خود فرمایا تھا وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ان کو ایک جزئیہ کی اطلاع ہد ہد نے کی''، (تفسیر عثمانی ص ۵۰۴)

یہ مسئلہ تو قرآن سے ثابت ہے کہ سیدنا خضر کے پاس سیدنا موسیٰ علیہ السلام تشریف لے گئے سیکھنے کے لیے، حالانکہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام بڑے عالم تھے باوجود ان کی خدمت میں جانے کے، علم آپ علیہ السلام کا ہی بڑا تھا۔ بریلوی مسلک کی معتبر کتاب فتاویٰ فیض الرسول میں تو یہ بھی لکھا ہے:

''جن علوم پر نبوت موقوف نہیں ان علوم میں نبی سے بڑھ کر غیر نبی ہوسکتا ہے، جیسا کہ علامہ امام رازی تحریر فرماتے ہیں: یجوز ان یکون غیر نبی فوق النبی فی علوم لا تتوقف علیھا نبوۃ''، (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۵۱۵ بحوالہ فیض الرسول ج ۱ ص ۳۹)

مولوی ابو الحسنات قادری لکھتے ہیں: ''داوَد علیہ السلام نے نے عرض کیا الٰہی کیا کوئی تیری مخلوق میں سے مجھ سے زیادہ ذکر کرنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ نے مینڈک کے متعلق وحی فرمائی''، (تفسیر الحسنات: ۵/ ۴۴۵)

باقی یہی بات اگر بریلوی لکھیں تو پھر کیا بنے گا!!!!

(۱)...... مفتی محمد حسین نعیمی اور ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب کا مصدقہ ترجمہ میں ہے: ''میں نے معلوم کیا ہے وہ جو تم کو معلوم نہیں''، (آسان ترجمہ قرآن ص ۸۱۸)

(۲)...... شیخ سعدی رحمہ اللہ جن کا ترجمہ فاضل بریلوی کا مصدقہ ہے اس میں ہے:

اطلاع یافتم باچیزے کہ تو بآں اطلاع نیافتی......''، یعنی ''میں ایک چیز کی اطلاع رکھتا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں''، (ترجمہ سعدی ص ۵۶۷)

(۳)...... مفتی غلام سرور قادری لکھتے ہیں:

''عرض کی کہ میں ایک ایسی بات پوری طرح جان کر آیا ہوں جو آپ حضور کو پوری طرح معلوم نہیں''، (عمدۃ البیان: ۶۱۶)

(۴)......مولوی ابوالحسنات قادری صاحب لکھتے ہیں:

"اس نے عرض کیا میں وہ معلومات لے کر آیا ہوں جو حضور کو اس سے پہلے نہیں تھیں"، (تفسیر الحسنات ج ۴ ص ۸۴۳)

(۵)......مفتی عزیز احمد بدایونی، مولوی عبدالمقتدر بدایونی صاحب لکھتے ہیں:

"آکر کہا کہ ایسی چیز دیکھ کر اور خبر پا کر آیا ہوں کہ تم کو نہیں معلوم"، (تفسیر ابن عباس: ۲/ ۱۸۳)

☆......☆......☆......☆

حضرت مولانا ابو ایوب قادری صاحب

کے مضمون پر رضاخانیوں کے اعتراضات

اور اس کے جوابات

پہلے اعتراض کا جواب

حضرت قادری صاحب نے اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ○ کے ترجمہ کہ بے شک تیرا رب گھات میں ہے پر تبصرہ کیا تھا کہ آپ دیکھئے علم لغت میں گھات کے کئی معنیٰ آتے ہیں، مثلاً خفیہ تدبیر کرنا، ارادہ وغیرہ تو کیا یہ معنیٰ مراد نہیں ہو سکتے؟؟ (نورِ سنّت کا کنزالایمان نمبر ص ۱۹۴)

مگر اس پر رضا خانی بھولی بھیڑیں کہتی ہیں کہ گھات کا لفظ عرفِ عام میں چوری چھپے بیٹھنے کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔ (کنزالایمان: ۲۹۵)

اس بھولی بھیڑ سے کوئی پوچھے کہ کس نے یہ کہا ہے؟ کیا تمہارے محض کہنے سے ''عرف'' بن جائے گا؟ کوئی عرف نہیں ہے، بات وہی ہے جو قادری صاحب نے کی ہے کہ کئی معنیٰ کا احتمال ہے اور جب اللہ کی طرف نسبت ہو تو وہی معنیٰ مراد ہو گا جو اس کی شایانِ شان ہو۔

باقی خود اس رضا خانی کو بھی اپنی بات پر پورا یقین نہیں کہ عرفِ عام میں گھات کس معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے کیونکہ خود ہی لکھتا ہے:

''گھات کا لفظ عرفِ عام میں چوری چھپ کر بیٹھنے وغیرہ کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے''۔ (کنزالایمان: ۲۹۵)

یہ ''وغیرہ'' کا لفظ ہی بتا رہا ہے کہ اس کے علاوہ اور معنیٰ بھی عرف میں ہیں، بالفرض اس جاہل کی عرف والی بات مان بھی لی جائے تب بھی ہم پر کوئی اعتراض نہیں، کیونکہ ''وغیرہ'' میں وہی معنیٰ مراد ہوں گے جو ہم نے ما قبل میں ذکر کر دیے ہیں۔

دوسری بات انصاف کا تقاضہ تو یہ تھا کہ اگر یہ گستاخی ہوتی تو جن بریلوی مولویوں کے حوالے ہم نے دیے، اُن پر بھی گستاخی کا ایک عدد فتویٰ یہ رضا خانی بھیڑیں لگاتیں، مگر یہ رضا خانی بھی وہ قوم ہے جن کا اپنوں کے لیے اصول کچھ اور دوسروں کے لیے اصول کچھ اور!!

باقی جو مفتی اقتدار نعیمی کو جھٹلایا تو آپ کی کیا حیثیت کہ آپ اسے جھٹلائیں؟ کسی نے بچھوؤں سے پوچھا کہ تم میں بڑا کون ہے؟ تو کہا کہ جس کی دم پر ہاتھ لگاؤ، یہی حال رضا خانیوں کا ہے، ان کے ہاں تو ازہری میاں تک غیر معتبر ہیں تو اور لوگ کس شمار میں؟

اب آیئے! اس کی طرف کہ جو مفتی اقتدار نعیمی صاحب نے تفسیر لکھی ہے جو اس کے معنیٰ لکھے ہیں، چنانچہ

بریلوی شیخ الحدیث عبدالرزاق بھترالوی لکھتے ہیں:

''تفسیر نعیمی کے آٹھ پارے حضرت علّامہ مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ کی علمی تحقیقی تفسیر ہے، اس سے آگے آپ کے صاحبزادہ اقتدار احمد خان صاحب کی بہتر تفسیر ہے''، (نجوم الفرقان: ۱/ ۱۱۰)

مولوی اشرف سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

''بالخصوص جن حضرات کو علّامہ سرفراز خان صفدر صاحب نے اپنا مخاطب بنانے کی سعی کی وہ بھی موجود ہیں اور ان کے ہونہار فرزندان ارجمند بھی''، (گلشن توحید و رسالت: ۱/ ۲۱)

مولوی ابو داوٗد صادق المعروف مولوی روڑا صاحب کی کتاب ''خطرہ کا سائرن'' میں مفتی اقتدار نعیمی کو حکیم الامت آف بریلویہ کا جانشین قرار دیا ہے۔

تو آپ جیسے احمقوں کے انکار سے کیا ہوگا؟ نیز ایک سوال ہمارا بھی ہے کہ جس کاشف اقبال کی تقریظ تم نے کتاب پر ڈالی، اس کا معتبر ہونا کیا فاضل بریلوی نے قبر سے نکل کر بتایا ہے؟ یہ معتبر و غیر معتبر کا معیار کیا ہے؟؟

مفتی غلام حسن قادری مفتی حزب الاحناف نے مفتی اقتدار نعیمی صاحب کا تعارف ان الفاظ میں کرایا:

''مفتی ابن مفتی مفسر ابن مفسّر مفتی اقتدار احمد نعیمی کے خطاب زینت المساجد سے اقتباس''، (تقریری نکات: ۳۲۴)

ایک اور جواب

حضرت مولانا ابو ایوب قادری صاحب نے پیر کرم شاہ، علوی مالکی، مولوی غلام رسول سعیدی کا حوالہ دیا جنہوں نے اللہ کی طرف گھات و تاک کی نسبت کی۔

موصوف اس کے جواب میں کہتے ہیں:

دیوبندی ترجمہ پر قابل گرفت بات یہ تھی کہ گھات میں ہونے کا مطلب ہوتا ہے کہ دوسرے سے نظر بچا کر چھپ کر بیٹھنا یہ معنیٰ اللہ کی شان کے لائق نہیں''، (کنز الایمان اور مخالفین: ۲۹۵)

مندرجہ بالا تین افراد نے یہی ترجمہ کیا جو آپ کے نزدیک اللہ کی شان کے لائق نہیں، بجائے ان کو جہنّم واصل کرنے کے موصوف سرے سے یہ حوالے ہی ہضم کر گئے اور یہ ڈینگ ماری کہ:

''ایوب صاحب اس ترجمہ پر کی گئی گرفت کا جواب تو دے نہیں پائے''، (ایضاً: ۲۹۵)

اس کا فیصلہ ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ کون جواب دے پایا اور کون حوالہ جات ہضم کر گیا۔ حضرت قادری صاحب نے فرمایا کہ تھا کہ اگر لغوی معنیٰ ہی پر کفر کے فتوے لگانا ہوں تو پھر بریلوی بھی نہیں بچتے اور اس پر کئی حوالے دیے، موصوف اس کا کوئی جواب نہ دے پائے اور کہا کہ الفاظ کی گستاخی کا دارومدار عرف پر ہوتا ہے، قادری صاحب نے جو حوالے دیے وہ عرف میں گستاخی نہیں اور دیوبندیوں کا ترجمہ" گھات میں" عرف میں گستاخی ہے، (ملخصاً کنزالایمان: ۲۹۵ تا ۲۹۷)

یعنی بریلویوں کی باجر دیتی ہے اور دیوبندیوں کی باجر نہیں دیتی والی مثال، یہ عرف کیا ابّا جی کے گھر کی لونڈی ہے کہ ہمارے ترجمہ تو عرف میں گستاخی بن جائیں گے اور تمہارے عین اسلام؟ ہم کہتے ہیں کہ تمہارے جو ترجمہ ہیں وہ بھی ہمارے عرف میں گستاخی ہیں، جس دلیل سے تم ہمارے ترجموں کو عرف میں گستاخی ثابت کرو گے ہم تمہارے ترجموں کو گستاخی ثابت کر دیں گے۔

پھر ہم نے تین بریلوی مترجمین کے حوالے پیش کیے جنہوں نے یہی گھات کا ترجمہ کیا، اُن پر فتویٰ لگاتے ہوئے کیا تمہیں موت آرہی ہے؟

قادری صاحب نے مولوی غلام رسول سعیدی کے حوالے سے لکھا کہ:

"مرصاد کا معنی ہے گھات لگانے کی جگہ"۔

اور تم نے خود لکھا کہ:

''ترجمے میں کلماتِ قرآن کا لفظی ترجمہ جائز ہے''، (کنزالایمان اور مخالفین: ۱۷۷)

تو جب دیوبندی مترجمین نے یہی ترجمہ کیا ہے تو آپ کو کیا تکلیف ہے؟؟

"مولوی غلام رسول سعیدی صاحب کے حوالے سے متعلق کہتے ہیں کہ انہوں نے خود آگے وضاحت کی"، (ایضاً: ۲۹۹)

اگر سعیدی صاحب کے گستاخانہ ترجمہ کی وضاحت بقول آپ کے ان کے آگے کے قول سے ہو سکتی ہے تو تفسیر عثمانی سے ہمارے ترجمہ کی وضاحت کیوں نہیں ہو سکتی؟؟

آنجناب خود لکھتے ہیں:

''جہاں تک تعلق ہے سورۃ الشعراء کے ترجمہ کا تو اس کے حاشیہ میں موجود ہے''، (کنزالایمان اور مخالفین: ۱۸۱)

اگر کنزالایمان کے ترجمہ کی وضاحت حاشیہ سے ہو سکتی ہے تو شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن

دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کی وضاحت حاشیہ سے کیوں نہیں ہوسکتی؟؟

قصّہ مختصر حضرت قادری صاحب کی مضبوط گرفت کا کوئی جواب موصوف کے پاس نہیں، سوائے خود ساختہ اصولوں، دجل اور جہالتوں کے!!

دوسرے اعتراض کا جواب

مولانا قادری صاحب نے شیخ الہندؒ کے ترجمہ:

”جس نے روکے رکھا اپنی شہوت کی جگہ کو پھر ہم نے پھونک دی اس میں اپنی طرف سے جان“،

کے جواب میں چند تفسیروں کا حوالہ دیا، جلالین، تفسیر ابن عباس وغیرہ تو جواب میں رضاخانی ٹبر کی یہ بھولی بھیڑیں لکھتی ہیں:

”تفسیر جلالین وابن عباس معتبر نہیں“۔

تو سنیے! آپ کے کاشف اقبال رضاخانی کی مصدّقہ کتاب ”سعودی تفسیر پر ایک نظر“ میں کئی جگہ مستند مفسرین کی فہرست میں جلالین کا حوالہ پیش کیا گیا ہے، (ملاحظہ ہو: ۱۶۷-۱۷۴-۱۷۸، وغیرہ)

آپ کے مولوی عبدالرزاق بھترالوی صاحب نے جگہ جگہ تسکین الجنان میں جلالین کا حوالہ دیا اور اس پر تقریظ میں علّامہ اشرف سیالوی صاحب رقمطراز ہیں کہ:

”عالم اسلام کے مسلّم مفسّرین کے حوالے سے ثابت کیا کہ امام احمد رضا بریلوی ...... کا ترجمہ ہی صحیح ترجمہ ہے“، (تسکین الجنان: ۱۵)

پھر بھترالوی صاحب لکھتے ہیں:

”ایسے ہی جلال الدّین سیوطی اور جلال الدّین محلی راہِ حق سے بھٹکنے والوں کو اختصاراً حقائق و لطائف سے آگاہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں“، (تسکین الجنان: ۲۰)

آپ کے مفتی فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

”اس کے بعد نویں صدی اور اس کے بعد ائمہ مفسرین میں جن میں خصوصیت کے ساتھ شیخ جلال الدّین محلّی شافعی متوفّیٰ (۸۶۴ھ) اپنے فضل وکمال کے باعث ممتاز اور فائق ہیں جلالین شریف کے آخری حصّہ سورہ اسراء سے ختم قرآن تک انہی کا ہے ...... شیخ محلّی کے بعد شیخ جلال الدّین سیوطی متوفّیٰ (۹۱۱ھ) نے اسی طرز پر حصہ اول کی تفسیر کرکے تفسیر قرآن مکمل کردی، اسی وجہ سے یہ کتاب تفسیر جلالین

کے نام سے مشہور ہے، نہایت اختصار بلکہ چند الفاظ اور کلمات سے آیات کی تفسیر کی گئی ہے، اپنے طرز میں یہ کتاب بے نظیر تفسیر ہے"، (احسن البیان: حصہ اوّل، ص ۱۴۹)

اور جناب فاضل بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

"جلالین کے اصح الاقوال کا جن کو التزام ہے"، (فتاویٰ رضویہ: ۲۶ / ۴۵۷)

اور اپنے مسلک کے رسالے کے خاص نمبر انوار کنزالایمان کو بھی دیکھئے: ص ۱۶۲ تا ۱۶۵ جلالین کو معتبر تفاسیر میں شمار کیا گیا ہے۔

باقی رہا ڈاکٹر حبیب اللہ چترالی صاحب کا قول تو یہ کوئی اکابر کی صف میں نہیں کہ جن کے قول کو سند و حجّت کی حیثیت دی جائے، نیز آپ کے لیے حجّت چترالی ہیں یا آپ کے اکابر؟؟

اور آپ کا تفسیر ابن عباس کو نہ ماننا کہ اس میں سدّی اور کلبی جیسے لوگ ہیں تو پھر سوال ہے کہ آپ کے معتبر ترین آدمیوں، بلکہ اکابر نے اس کا ترجمہ کیوں کیا؟ شائع کیوں کروایا؟؟ شائع کرنے کی وجہ سے شرعاً اُن پر کیا حکم لگے گا؟؟

مولوی عبدالمقتدر بدایونی جس کی تعریف کرتے کرتے مولوی احمد رضا خان صاحب کی زبان نہیں تھکتی اُسی نے اِس کا ترجمہ کر کے شائع کروایا۔

دوسری بات یہ ہے کہ مولوی ظفر الدّین بہاری صاحب لکھتے ہیں:

"کلبی کا نہایت شدید الضعف ہونا کسے معلوم نہیں؟ اس کے بعد صرف کذّاب و وضّاع ہی کا درجہ ہے، ائمۂ شان نے اسے متروک، بلکہ منسوب الی الکذب تک کہا ہے، بایں ہمہ عام کتب تفاسیر اور کتب سِیَر اس کی اور اس کی امثال کی روایات سے مالامال ہیں، علمائے دین ان امور میں انہیں بلانکیر نقل کرتے ہیں قال ابن عدی و قد حدث عن الکلبی سفیان و شعبة و جماعة و رضوه بالتفسیر اما فی الحدیث فعنده مناکیر"، (حیات اعلیٰ حضرت: ۲ / ۳۵۳)

لو جی آپ کے گھر سے معلوم ہوگیا کہ سدّی اور کلبی تفسیر میں معتبر ہیں تو پھر آپ کے نزدیک تفسیر ابن عباس غیر معتبر کیسے ہوگئی؟؟

مولوی فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

"تمام عرف مفسرین نے مصیطر کی تفسیر مسلط کی ہے جیسا کہ تفسیر خازن، تفسیر مدارک، تفسیر حسینی، تفسیر ابن عباس"، (سیّدنا اعلیٰ حضرت: ۵۳)

مولوی اشرف سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اپنی تفسیر میں اس آیت کریمہ کے تحت ارشاد ملاحظہ فرمائیں...... تفسیر ابن عباس علی ہامش درمنثور، ج ۴ص ۱۶۲''، (تحقیقات:۱۶۹)

باقی رہا اعتراض کہ ''نفخ'' کہاں ہوا؟ تو ہمارے شیخ الہند کے ترجمہ میں اس کی کوئی تصریح نہیں کہ وہ شرمگاہ میں ہوا، ہاں البتہ آپ کے گھر میں یہ بات موجود ہے چنانچہ ''تحقیق الحق'' میں موجود ہے:

''عیسیٰ علیہ السلام خدا کا بندہ اور روح اللہ ہے، جس کو حضرت مریم کے رحم اطہر میں نفخ کیا''، (تحقیق الحق:۲۱)

اب ہم منتظر ہیں کہ یہ بریلوی عقل سے پیدل بھیڑیں اپنے پیر مہر علی شاہ صاحب کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں!!

ہاں! اس مقام پر ایک وضاحت ضروری ہے جس سے اس دجّال کا دجل کھل کر سامنے آجائے گا، حضرت مولانا قادری صاحب نے یہ کہا تھا کہ ''قیل کے ساتھ قولِ مرجوح کو مرجوح لکھا جاتا ہے''، (نورِ سنّت کا کنز الایمان نمبر:۱۹۷)

اب رضا خانی محرّف کا کمال دیکھیے وہ لکھتے ہیں:

''اس پر عرض ہے کہ قیل کے ساتھ قولِ ضعیف بیان کرنا ائمہ فقہاء کی اصطلاح ہے، اس کا طبقہ مفسّرین سے کچھ تعلق نہیں''، (کنز الایمان:۳۰۱)

حالانکہ بات تو مرجوح کی ہو رہی تھی بات کو بدلنا ہو تو بڑے دجال سے آپ لوگوں نے یہ سارے گُر سیکھے ہوئے ہیں، ہم یہاں اتنی بات عرض کریں گے کہ فاضل بریلوی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد لا عدوی سے مرضِ جذام مستثنیٰ ہے، یعنی اس مرض کے سوا کوئی شے کسی دوسری شے کی طرف تجاوز نہیں کرتی، چنانچہ اشعۃ اللمعات میں شیخ محقق علّامہ کرمانی شافعی مصنّف الکوکب الدراری شرح شرح صحیح بخاری کی طرف اس کو منسوب کیا ہے، اقول (میں کہتا ہوں) اس نے یہ نہیں کہا ہے بلکہ اس کو نقل کیا ہے، لیکن وہ اس پر راضی نہیں ہوا، بلکہ اس نے تو صیغہ تمریض یعنی صیغہ ضُعف سے اسے ذکر کیا اور لفظ ''قیل'' سے اس کی حکایت کی ہے......الخ''، (فتاویٰ رضویہ: ۲۴/ ۲۵۷)

دوسری جگہ فاضل بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''اشعۃ اللمعات کا جو نسخہ میرے پاس ہے میرے خیال میں اس میں بغوی کی عبارت میں تبدیلی ہوگئی ہے، کیونکہ شیخ نے بغوی کے کلام کا جو ہو بہو ترجمہ نقل کیا ہے اس کے باوجود بغوی نے بھی یہ نہیں کہا،

بلکہ اس نے کلمہ تمریض کے ساتھ اسے نقل کیا ہے، (الفاظ فاضل بریلوی کے یوں ہے: انما نقله بقيل ممرضا)، (فتاویٰ رضویہ: ۲۶/ ۲۵۸)

آپ تو اسے فقط فقہاء کی کتب تک محدود کر رہے ہیں، مگر فاضل بریلوی تو اس سے آگے پہنچے ہوئے ہیں، اس لیے اس پورے ٹبر جس نے مل بیٹھ کر دماغ سوزی کر کے حوالے ایک دوسرے کو دے کر کتب سے سرقہ کر کے یہ کتاب تیار کی، پہلے خوب مطالعہ کریں اس کے بعد مصنف بنیں، لیکن مطالعہ ہوتا تو بریلوی تھوڑے ہی ہوتے!!

تیسرا اعتراض اور تاویل

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے رحمۃ للعالمین کا ترجمہ یوں کیا:

''جہاں کے لوگوں یعنی مکلفین پر مہربانی کرنے کے لیے''۔

اس پر اعتراض تھا کہ یہ دائرۂ رحمت کو تنگ کرنا ہے، حضرت قادری صاحب زید مجدہٗ نے اس پر کچھ تفاسیر کے حوالے دیے، مگر عقل کے اندھوں کو سب کچھ الٹا نظر آتا ہے تو کہنے لگے:

''اس ترجمہ کے اندر مکلفین کا لفظ جناب تھانوی صاحب کے ذہنی بگاڑ کی عکّاسی کر رہا ہے، جس کی بدولت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت محدود ہو جاتی ہے''، (کنزالایمان: ۳۰۴)

حالانکہ مکلفین کہہ کر بات کو اور عموم کی طرف حضرت حکیم الامتؒ لے گئے کہ جن و انس تمام مکلفین کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت ہیں، اس سے تو عموم سمجھ آرہا ہے مگر رضا خانی بھیڑوں کو کوئی کیا سمجھائے؟؟

بات ذرا سمجھنے کی ہے قرآن ہدایت تو سب کے لیے ہے، مگر شروع بقرہ میں اسے متقین کے لیے ہدایت کہا گیا ہے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت تو سارے جہاں کے لیے ہیں، مگر کمالِ رحمت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انس و جنّ مکلفین کے لیے ہیں، کیونکہ اصل جو مستفید و منتفع ہوں گے وہ یہی ہوں گے تو رحمت تو آپ سب کے لیے ہیں مگر یہ انس و جنّ آپ کی رحمت سے خاص فائدہ اٹھاتے ہیں، اس سے تمام جہاں کے لیے رحمت کا انکار کہاں سے ثابت ہوتا ہے؟؟

کل کو اگر کوئی یہ اعتراض کتاب اللہ پر اٹھائے کہ آپ تو سب کے لیے رحمت ہیں، پھر اس کا احسان اللہ تعالیٰ نے صرف مسلمانوں پر کیوں کیا؟ قرآن ہدایت تو سب کے لیے ہے، مگر قرآن نے اسے متقین کے ساتھ خاص کیوں کیا؟ تو جواب دیا جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے خاص طور پر فائدہ مومنین نے اٹھایا،

اس لیے مومنین پر احسان جتلایا، کتاب اللہ سب کے لیے ہدایت مگر خاص متقین کے لیے۔

اگر دوسرے انداز سے دیکھا جائے کہ انسان ساری کائنات کا مخدوم ہے اور ساری کائنات اس کی خادم تو جب مخدوم کائنات کے لیے آپ رحمت ومہربانی ہوئے تو خادمین کے لیے آپ ﷺ بدرجہ اولیٰ رحمت بن کر آئے۔

آپ نے جو الزام لگایا وہ محض الزام ہی ہے، باقی دائرۂ رحمت کو تنگ کرنے پر حوالہ فتاویٰ رشیدیہ کا پیش کرنا تو اس کا جواب بارہا دیا جاچکا ہے، دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد اوّل یا نورِ سنّت یا راہِ سنّت میں ملاحظہ ہو!!

چوتھے اعتراض کا جواب

ترجمہ شیخ الہندؒ پر اعتراض تھا کہ:

"یوں سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے"۔

اس کا جواب ما قبل میں آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں، فریق مخالف سے اس کا تو کوئی جواب بن نہ پڑا، الٹا جلالین کی عبارت اور شرح پیش کر دی کہ اس میں تو یہ لکھا ہوا ہے، حالانکہ قادری صاحب نے جلالین کے متن کا نہیں، بلکہ حاشیہ کا حوالہ دیا تھا، مفتی اقتدار نعیمی صاحب سے یوں جان چھڑائی کہ ہمارا معتبر آدمی نہیں تو اجی آپ ہیں کون؟ **کیا پدّی کیا پدّی کا شوربہ!!**

تفسیر درمنثور کے حوالے سے یوں جان چھڑائی کہ ڈاکٹر حبیب اللہ نے یوں لکھا، او بھائی! اس ڈاکٹر کو اپنے پاس رکھو، ہم نے جو درمنثور کا حوالہ پیش کیا وہ آپ کی پوری کیبنٹ نے کیا ہے، اس کو مانو!!

تفسیر روح المعانی سے یوں جان چھڑائی کہ راجح قول نہیں، میاں یہ راجح ومرجوح کی تو وہاں کوئی نشانی نہیں تو آپ کو یہ الہام کہاں سے ہو گیا؟؟

پانچواں اعتراض

اس اعتراض کے جواب میں پھر وہی پرانا راگ الاپا کہ تمہارے ترجمہ سے عورت کا قصد لازم آتا ہے، (ملخصاً کنز: ۳۱۰)

حالانکہ قادری صاحب اس اعتراض کا جواب بریلوی مولویوں سے دے چکے ہیں کہ ھمّت بِہٖ میں ھمّ کا معنیٰ ارادۂ زنا ہے اور ھمّ بہا میں اس کے معنیٰ قلب میں غیر اختیاری رغبت، جس کے ساتھ قصد

نہیں ہوتا، (نورِ سنّت: ۲۰۳)، اس مضبوط گرفت سے تو آپ جان نہ چھڑا سکے، الٹا کہنے لگے کہ تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ اس میں یوسف علیہ السلام کا کمال زیادہ ہے، باوجود رغبت کے جس کا منشاء قوت، طبیعت وہمت بدن وتعدیل مزاج وسلامت قوی ہے رک گئے، (تفسیر بیان القرآن)

اس جگہ بھی ارادہ کو تسلیم کیا، (کنزالایمان: ۳۰۹)

لعنۃ اللہ علی الکاذبین، اس میں کہاں ارادے کی بات ہے؟ بات تو رغبت کی ہو رہی ہے جو غیر اختیاری ہے اور اسی غیر اختیاری رغبت کا تأثّر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ کے ترجمہ میں ہے، ''ان کو بھی اس عورت کا خیال ہو چلا تھا......الخ''، یعنی غیر اختیاری رغبت جس پر بریلوی اکابر کو بھی پیش کیا گیا جس کو وہ جرم نہیں سمجھ رہے ہیں۔

رہا یہ الزام کہ مولانا نے نقل عبارت میں خیانت کی ہے تو یہ بھی جھوٹ ہے، کیونکہ مولانا نے فاضل بریلوی کی عبارت نقل کر کے ہی بتایا ہے کہ محققین فقہاء اور متکلمین کے مسلک کے مطابق ارادہ کے ساتھ جب نفس کی آمادگی ہو تو گناہ ہے، لیکن آمادگی کے بغیر معاف ہے، یہی حق ہے اور یوسف علیہ السلام کا ارادہ بھی اسی نوعیت کا تھا۔

باقی اگلی عبارت میں دوسرا احتمال ہے جو کہ کئی مفسرین نے لیا ہے تو جب فاضل بریلوی نے پہلے قول کو ردّ نہیں کیا تو تم کون آ گئے ہو ردّ کرنے والے؟؟ وہ پہلے قول کو نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہی حق ہے تو پھر آپ کو ردّ کرنے کی جرأت نہ کرنی چاہیئے تھی، اس کی دلیل یہ ہے کہ ''تعلیقاتِ رضا'' میں آپ کی نقل کردہ عبارت اس اگلے صفحہ پر ہے **وَ هَمَّتْ بِهٖ وَ هَمَّ بِهَا** کے تحت علامہ بغویؒ نے بعض محققین کا قول نقل فرمایا کہ ارادہ کی دو قسمیں ہیں:

(۱)......**ارادہ ثابتہ**: یعنی جس میں عزم رضا وغیرہ پائی جائیں اور اس پر مواخذہ ہے۔

(۲)......اختیار وعزم کے بغیر محض نفس کی خواہش اور اس پر مواخذہ نہیں، جب تک کہ عمل نہ ہو یا زبان پر نہ لائے......الخ۔

اس پر فاضل بریلوی کہتے ہیں:

همّ بها لولا ان......الآیۃ میں یوسف علیہ السلام کے ارادے کے بارے میں جملہ اقوال میں سے یہ قول نہایت عمدہ ہے''، (تعلیقاتِ رضا: ۳۰۲)

اب بتائیں خیانت کس نے کی؟ اور یہ کہنا کہ وہ خان صاحب کی عبارت نہیں، بلکہ شفاء کی عبارت ہے تو

اس شفاء کی عبارت کی وہ خود تائید کر رہے ہیں، اس لئے آپ کے اصول کی رو سے وہ عبارت فاضل بریلوی کی ہوئی۔

اعتراض نمبر ۶ کے جواب میں

لوط علیہ السلام نے جو کہا کہ یہ میری بیٹیاں تو اس میں مفسرین نے دونوں اقوال ذکر کیے کہ قوم کی بیٹیاں تھیں یا پھر لوط علیہ السلام کی، جیسا کہ ما قبل میں تفصیل گزر چکی ہے......لیکن رضا خانیوں کی عقل ہی الٹی ہے، ان کے نزدیک اس میں دوسرا احتمال یعنی لوط علیہ السلام کی بیٹیاں ہونا یہ نبی کی گستاخی ہے، قادری صاحب نے اس کے جواب میں مولوی عبدالستار خان نیازی کا جملہ پیش کیا تھا کہ وہ صلبی اور نسبی بیٹیاں ماننے میں جرم سمجھتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

''یہ بات ایک اولو العزم پیغمبرِ خدا کو تو کیا کسی بھی شریف آدمی کو زیب نہیں دیتی''، (انوار کنزالایمان: ۸۲۰)

تو کوئی یوں کہے کہ یہ لوط علیہ السلام کی بیٹیاں ہیں تو فاضل بریلوی کے مذہب کے ماننے والوں کے نزدیک فاضل بریلوی کے ماننے والے کسی شریف آدمی کو یہ کہنا زیب نہیں دیتا تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ ترجمہ بے ادبی والا ہے، رضا خانی ٹبر حواس باختہ ہو کر اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ نیازی صاحب نے کہیں بھی اسے گستاخی نہیں کہا، (کنزالایمان: ۳۱۲)

حالانکہ اہلِ علم خود فیصلہ کریں کہ نیازی صاحب اس بات کو لوط علیہ السلام کی طرف منسوب کرنے کو شرافت پر دھبہ سمجھ رہے ہیں تو اگر یہ بھی بے ادبی نہیں تو اور کیا ہے؟؟

باقی ہم نے مختلف تفاسیر کے حوالے پیش کیے تھے تو اس کے جواب میں رضا خانی ٹبر آئیں بائیں شائیں کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جی! یہ بھی لکھا وہ بھی لکھا تو جنابِ من جو کچھ بھی لکھا سوال یہ ہے کہ ہم نے اپنے دفاع میں جو قول پیش کیا اسے نہ تو انہوں نے مرجوح لکھا نہ ردّ کیا تو پھر تفاسیر ہمارے ترجمہ کی تائید کیوں نہیں کرتی؟؟

درمنثور کا ترجمہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ترجمہ بریلوی حضرات نے کیا، اگر بالفرض معتبر نہیں تو بریلوی حضرات نے یہ الفاظ لکھ تو دیے اور آپ کے اصول کے تحت قابل گرفت ٹھہرے تو کوئی فتویٰ تو لگائیں!!

ساتویں اعتراض کے جواب میں

تفاسیر میں کئی اقوال نقل ہوتے ہیں، کسی کو لے لیا جاتا ہے کسی کو ردّ کر دیا جاتا ہے، یہ اصول فریق مخالف کو بھی مسلّم ہے، حَتّٰٓی اِذَا اسۡتَیۡـَٔسَ الرُّسُلُ کی تفسیر ہے، اس میں مختلف اقوال ہیں، ہمارے اکابر نے ایک قول کو لے لیا، جاہل رضاخانی اس کے جواب میں اپنے ترجمہ کو بہتر ثابت کرنے پر تل گئے، او بھائی! ہم بار بار کہہ رہے ہیں کہ کس کے ترجمہ کو فوقیت حاصل ہے، کس کے ترجمہ کو نہیں؟ یہ سرے سے بحث ہی نہیں، مسئلہ تو یہ ہے کہ علمائے دیوبند کی اختیار کردہ توجیہ و ترجمہ کو آپ سرے سے ماننے کو ہی تیار نہیں، اسے گستاخی پر محمول کر رہے ہیں اور اب دلائل سے گھبرا کر اقرار بھی نہیں کرتے، انکار بھی نہیں کرتے، فاضل بریلوی کے ترجمہ کو ترجیح حاصل ہے یا نہیں؟ اس پر ہم بات تب کریں گے جب پہلے آپ مان لیں کہ ہمارے تراجم گستاخانہ نہیں!!

رہا مولوی احمد رضا خان صاحب کا ترجمہ تو اس کا بھُرکس کتاب لاجواب

"نواب احمد رضا خان فاضل بریلوی، حیات، خدمات و کارنامے"

میں نکال دیا گیا ہے اور رضاخانی ٹبر نے جو تاویلات کی پٹاری کھولی تھی، اس کا بھی وہاں بھرکس نکال دیا گیا ہے۔

باقی یہ بات کرنا کہ انبیاء کو وسوسہ ہو سکتا ہے یہ گستاخی ہے، یہ مولانا پر اتہام ہے، مولانا قادری تو تمہاری عبارات پر گرفت تمہارے مزاج کے مطابق کر رہے ہیں، چونکہ تمہارے بنائے ہوئے اصول ایسے ہیں کہ صحیح بات بھی گستاخی ہو جاتی ہے، اسی لیے وہ بات کہہ دی ورنہ ہمارا نظریہ وہی ہے جو ہمارے اکابر کا ہے اور اسی پر خدا ہمیں قائم و دائم رکھے، آمین۔

اور آپ کا یہ کہنا کہ ملفوظاتِ مہریہ ہمارے لیے حجّت نہیں تو

کیا پدی کیا پدی کا شوربہ یہ منہ اور مسور کی دال!!

☆......☆......☆......☆

مصنف کی دیگر مطبوعہ تصانیف ورسائل

(۱) مناظرہ کوہاٹ:۲۰۱۲ء میں کوہاٹ میں جشن عید میلاد النبی ﷺ پر ہونے والے مناظرے کی مکمل روئیداد

(۲) الاربعین فی مناقب امیر المومنین :حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب و فضائل پر چالیس مستند احادیث کا مجموعہ

(۳) تحریک آزادی اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی

(۴) دفاع اہل السنۃ والجماعۃ (جلد اول)
دارالعلوم دیوبند کی تقاریظ سے مزین اس کتاب میں علمائے اہل السنۃ والجماعۃ پر ہونے والے تمام اعتراضات کے انتہائی مفصل و مدلل جوابات دیے گئے ہیں اپنی نوعیت کی منفرد کتاب جو طبع ہو کر منظر عام پر آگئی ہے۔

(۵) الاربعین فی مناقب الخلفاء الراشدین :خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے مناقب پر چالیس احادیث کا مجموعہ

(۶) آزر ابراہیم علیہ السلام کے والد تھے اور ایمان ابوین مصطفیٰ ۔ آزر و ایمان وکفر والدین مصطفیٰ ﷺ پر تحقیقی مقالہ اور اشکالات کے مدلل جوابات

(۷) مسلک اعلیٰ حضرت : احمد رضا خان کے تکفیری پہ ناقابل تردید دلائل

(۸) ازالۃ الوسواس عن اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما :سات زمینوں کے متعلق حدیث پر محققانہ کلام

(۹) مناظرہ علم غیب : سوات میں ہونے والے علم غیب کے موضوع پر مناظرہ کی روئیداد

(۱۰) صوفی مسعود احمد صدیقی لاثانی سرکار بریلوی کی مختصر سوانح حیات

(۱۱) کردار یزید: یزید کے فسق پر محققانہ گفتگو اور تاریخی کتب کے اصل عکوس (سکین) کے ساتھ اہلسنت کا موقف واضح کیا گیا ہے اپنے باب میں ناقابل تردید دلائل پر مشتمل

(۱۲) اعلان النکیر علی اصحاب عید الغدیر: ۱۸ ذوالحجہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے یوم شہادت پر اہل تشیع کی طرف سے منائی جانے والی عید غدیر کا پس منظر اور اس کا بدعت ہونا شیعہ مسلمات سے

(۱۳) تحریک لبیک اور علامہ خادم حسین رضوی کی حقیقت

(۱۴) مروجہ حیلہ اسقاط پر ایک نظر مع روئیداد مناظرہ حیلہ اسقاط

(۱۵) طاہر القادری اور مرزا غلام احمد قادیانی کا نظریہ جہاد و امن

(۱۶) شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد اور ان پر الزامات کی حقیقت

مزید تفصیلات کیلئے

FansofAllamaSajidKhanNaqshbandi | sajidkhannaqshbandi.blogspot.com | kalahazrat@gmail.com